ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

1 ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ۔جنوری ۲۰۰۸ء

- نیا جال لائے پرانے شکاری
- جنرل پرویز سے مسٹر پرویز تک
- توہینِ رسالت کی ایک اور ناپاک جسارت
- اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر
- اِحیائے ثقافتِ اسلامی کی تحریک
- دیوبند پر انتہا پسندی کا الزام؟
- مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ

انتخاب

قوم کے ہمدرد جاگ اٹھے کہ ابھرا آفتاب
اوڑھ لی ہر راہزن نے رہنمائی کی نقاب
انتخاب..........انتخاب اے انتخاب
جگمگا اٹھا فقیہِ شہر کا مدھم چراغ
بیچتے پھرتے ہیں واعظ سینۂ ملت کے داغ
انتخاب..........انتخاب اے انتخاب
اب کئی خدام اس سانچے میں ڈھالے جائیں گے
آستینِ قوم میں کچھ سانپ پالے جائیں گے
انتخاب..........انتخاب اے انتخاب
راہبر ایسے کہ جیسے اشجع و پامرد ہیں
جعفر و صادق کے بیٹے قوم کے ہمدرد ہیں
انتخاب..........انتخاب اے انتخاب
اے غریبو! فصلِ گُل آئی ہے گُلشن لوٹ لو
پھر کہاں یہ رہنما ' ان کے نشیمن لوٹ لو
انتخاب..........انتخاب اے انتخاب
سب یہ بنجارے ہیں وہ جن کا لہو بیوپار ہے
ان میں ہر سیاس اپنے وقت کا غدار ہے
انتخاب..........انتخاب اے انتخاب
ان کے دامن پر ہزاروں عصمتوں کا خون ہے
ان کے چہرے کی سپیدی زہرگوں مضمون ہے
انتخاب..........انتخاب اے انتخاب
اے غریبو! اب سنبھل جاؤ خدا کے واسطے
ان کا دامن پھاڑ دو ' اپنی رِدا کے واسطے
انتخاب..........انتخاب اے انتخاب

(شورش کاشمیریؒ)

نورِ ہدایت

القرآن

’’خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث مصیبتیں آن پڑیں اس لیے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے ، بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں ۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ اگلوں کا انجام کیا ہوا ؟ جن میں اکثر لوگ مشرک تھے ، پس تُو اپنا رخ اس سچے اور سیدھے دین کی طرف ہی رکھ ۔ قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کی بازگشت اللہ کی طرف سے ہے ۔ یہی نہیں اس دن سب متفرق ہوجائیں گے ۔‘‘

(سورۃ روم ۔ آیت ۴۱ تا ۴۳)

الحدیث

’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے پانچ چیزیں پانچ چیزوں کا نتیجہ ہوتی ہیں ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا مطلب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱ ۔ جو قوم اپنے عہد و پیمان توڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے اوپر ان کے دشمن کو مسلط فرمادیتے ہیں ۔

۲ ۔ جب لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف احکام جاری کرنے لگتے ہیں تو ان میں فقر و فاقہ پھیل جاتا ہے ۔

۳ ۔ جب ان میں بے حیائی و بدکاری ظاہر ہونے لگتی ہے تو ان میں کثرت سے اموات ہونے لگتی ہیں ۔

۴ ۔ جب ناپ تول میں خیانت کرنے لگتے ہیں تو پیداوار کم ہونے لگتی ہے ، اور وہ قحط میں مبتلا ہوجاتے ہیں ۔

۵ ۔ جب زکوٰۃ دینا چھوڑ دیں تو خشک سالی میں مبتلا کردیئے جاتے ہیں ۔‘‘ (موطا امام مالک رحمہ اللہ)

الآثار

’’اگر علماء اب بھی متحد نہ ہوئے تو پھر خونیں انقلاب کا سامنا کرنا پڑے گا ۔

اسلام کے دشمن ، مساجد کو ویران اور دینی مدارس کو برباد کرنے کی سازشیں کررہے ہیں ۔

یہ فتنوں کا دور ہے ۔ جو لوگ نفاذِ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں ، عوام اُنھیں پرکھیں ۔ اسلام کا نام لے کر جمہوریت کی بات کرنے والے اور اسلام کے ساتھ کسی بھی نظام کی پیوندکاری کرنے والے دوغلی پالیسی پر عمل پیرا ہیں ۔ پے در پے شکستوں کے بعد اب اُنھیں اس مکروہ دھندے کے جنجال سے آزاد ہوکر اس حقیقت کو تسلیم کرلینا چاہیے کہ:

☆ اسلام سب سے بڑی صداقت ہے ۔

☆ اسلام ، کفریہ نظاموں کے سہاروں کا محتاج نہیں ۔

☆ اسلام کو خالصتاً اسلام کے نام پر ہی نافذ کیا جاسکتا ہے ۔‘‘

جانشین امیر شریعت

مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

اجتماع احرار ، ظاہر پیر ، ۱۵ / جون ۱۹۷۵ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 19 شمارہ 1 ذوالحجہ 1428ھ ــــ جنوری 2008ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد ـــــ
سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ـــــ
ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

بازگشت:	فتنہ جمہوریت	سید عطاء المحسن بخاریؒ	2
دل کی بات:	بے نظیر بھٹو کا قتل ـــ ملکی سلامتی کے خلاف سازش	مدیر	3
دین و دانش:	نماز کی عظمت (درسِ حدیث)	مولانا عبداللطیف مدنی	5
شاعری:	دعاء	پروفیسر خالد شبیر احمد	10
//	نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	عادل یزدانی، ابوسفیان تائب	11
//	قلم کی آزادی	شورش کاشمیریؒ	12
//	ڈڈاں ڈڈاں کو ووٹ دو	مجید لاہوری	13
//	غزلیں	سید یونس الحسنی، جعفر بلوچ	14
//	افکارِ عصر	کامران رعد	15
افکار:	جنرل پرویز سے مسٹر پرویز تک	پروفیسر خالد شبیر احمد	16
//	اسلام کا محاسبہ۔ یورپ سے درگزر	ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی	20
//	توہینِ رسالت کی ایک اور ناپاک جسارت	سید محمد معاویہ بخاری	25
//	ایک دھکے کی ضرورت	سیف اللہ خالد	29
//	احیائے ثقافتِ اسلامی کی تحریک	حافظ صفوان محمد چوہان	31
شخصیت:	مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ	ڈاکٹر سید عبداللہ	37
نقد و نظر:	دیوبند پر انتہا پسندی کا الزام؟	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	42
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	45
حسنِ انتقاد:	تبصرہ کتب	ڈاکٹر محمد عمر فاروق، جاوید اختر بھٹی، صبیح ہمدانی	46
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	56
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

زیر سرپرستی ـــــ
مولانا حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیرِ شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول ـــــ
سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر ـــــ
شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقائے فکر ـــــ
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر ـــــ
محمد الیاس میرانپوری
ilyas_miranpuri@yahoo.com
ilyasmiranpuri@gmail.com

سرکولیشن منیجر ـــــ
محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ـــــ 150 روپے
بیرون ملک ـــــ 1500 روپے
فی شمارہ ـــــ 15 روپے

ترسیل زر بنام: نقیب ختم نبوت

اکاؤنٹ نمبر 5278-1
یو بی ایل چوک مہربان ملتان

ای میل ایڈریس
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

فتنہ جمہوریت

ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جدید دور کی فتنہ سامانیوں میں سب سے بڑا فتنہ جمہوریت ،الیکشن اور ووٹوں کی بھیک مانگنا ہے۔ چند مال دار بھکاری قسم کے لوگ الیکشن کی آگ سلگاتے ، مال خرچ کرتے ، مارے مارے پھرتے ، جھوٹے وعدے اور جھوٹے دعوے کرتے اور اس فتنے کا الاؤ روشن رکھتے ہیں۔عوام کو لالچ دیتے ہیں کہ تم حاکم ہو۔ان پڑھ عوام اس چکمے میں آجاتے ہیں اور ان عیار و مکار لوگوں کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ وہ ان سیڑھیوں پر چڑھ کر اقتدار سے سنگھاسن تک پہنچنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں یا اقتدار کی لیلیٰ کے حجلۂ عروسی کے طواف میں گم ہوجاتے ہیں اور قوم کا سرمایہ،قومی مفادات ، وعدے سب خودغرضی کے تنور میں جلنے کے لیے پھینک دیتے ہیں۔ان لوگوں کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔عملی طور پر یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے بے دین ہوتے ہیں ۔پیرانِ تسمہ پا کے ساتھ ان کی گاڑھی چھنتی ہے اور مالِ حرام میں سے ان کے تحفے ، ہدیے، نذرانے ، چڑھاوے مغفرت کی آرزو پر نثار کیے جاتے ہیں۔اور مولویوں کا ایک خاص طبقہ ان حرام خوروں کو بخشوانے کا ٹھیکہ لے لیتا ہے۔سوم، چوتھا، ساتواں، دسواں اور چالیسواں کے ناموں پر مال ہڑپ کرتا ہے اور ان کو بخشش کی نوید سنادیتا ہے۔

ایسے چمگادڑوں اور شغالوں کی بری سنگت نے مولویوں کو بھی الیکشن کی فکری حرام کاری میں ملوث کردیا ہے۔ان مذہبی اجارہ داروں نے جمہوریت سے پیچ لڑایا ،الیکشن کا تکل اڑایا اور ووٹوں کا بسنت منایا۔کافرانہ نظام کی تمام رسمیں پوری کیں ۔جمہوری اداؤں سے اپنی مذہبی رفعت کو پامال کیا۔نعرہ لگایا کہ ہم جمہوری عمل کے ذریعے ملک میں اسلام لانا چاہتے ہیں۔کالی آندھیوں میں بہار کی رت دیکھنے کی تمنا یقیناً پڑھے لکھے دیوانے کا خواب ہے۔ یہ مذہب کے نام پر فراڈ ہے،اس پر مستزاد مذہبی ٹھیکیداری و اجارہ داری کا وہ ناقوس ہے جو بجتا چلا جاتا ہے۔مسجدیں، مدرسے ان کی جاگیر،جس میں کسی کی شرکت تک انھیں گوارا نہیں، اتنے خود پسند ہیں کہ ان کے رویّے اور رائے سے اختلاف کرنے والا گردن زدنی ہوجاتا ہے۔اس کے خلاف ایسا زہریلا پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ گوئبلز بھی ہاتھ جوڑ کر انھیں پرنام کرتا اور ان کی نمسکار لیتا ہے۔ پاکستان میں نفاذِ اسلام کی منزل کو دور کرنے والا جمہوری و الیکشنی مولوی ہے۔حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اسلام الیکشن کے ذریعے نہیں آیا۔اسلام کی حکومت قائم کرنے کے صرف دو طریقے ہیں: تبلیغ اور جہاد۔ سارا قرآن دعوتِ حق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھرا پڑا ہے۔ مگر الیکشن ، ووٹ اور مال کی لذتیت نے ان مذہبی چمگادڑوں کو کہیں کا نہ رہنے دیا۔ اللہ انھیں ہدایت دے اور اسلام کے طریقے کا عامل بنادے۔ (آمین)　(اپریل ۱۹۹۸ء)

دل کی بات مدیر

بے نظیر بھٹو کا قتل ۔۔۔۔ ملکی سلامتی کے خلاف سازش

۲۷؍دسمبر ۲۰۰۷ء کو ملک کی مقبول سیاست دان اور پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن بے نظیر بھٹو کو لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک انتخابی جلسے سے خطاب کے بعد واپسی پر قاتلانہ حملہ کر کے ۳۰ کارکنوں سمیت قتل کر دیا گیا۔ وہ دو مرتبہ پاکستان کی وزیر اعظم منتخب ہوئیں۔ آٹھ سالہ جلاوطنی کے بعد ۱۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء کو صدر پرویز مشرف کے ساتھ ایک مفاہمتی معاہدے کے نتیجے میں وطن واپس آئی تھیں۔ ان کی کراچی آمد کے موقع پر بھی ان کے جلوس میں دو بم دھماکے ہوئے تھے جس کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کے کئی افراد جاں بحق ہوئے تھے مگر بے نظیر محفوظ رہی تھیں۔

وہ گزشتہ تین ماہ سے مسلسل کہہ رہی تھیں کہ

''میرے سیکورٹی کے انتظامات اطمینان بخش نہیں مجھ پر قاتلانہ حملہ ہو سکتا ہے۔ ۱۸؍اکتوبر کو بھی پیپلز پارٹی کی پوری قیادت ختم کرنے کی سازش کی گئی''

انہوں نے صدر پرویز کو ایک خط بھی لکھا تھا جس میں اپنے اوپر متوقع قاتلانہ حملے کے ذمے داروں کو نامزد کیا تھا۔ آخر وہی ہوا جس کا خدشہ اور خطرہ تھا۔ خفیہ ایجنسیاں بھی مسلسل بے نظیر بھٹو اور دیگر سیاست دانوں پر قاتلانہ حملوں کی اطلاعات فراہم کر رہی تھیں۔ بے نظیر کے سیکورٹی ایڈوائزر رحمٰن ملک نے دو روز قبل سیکورٹی کے ناقص انتظامات پر خبردار کیا اور بتایا کہ حکومت نے جو آلات فراہم کئے ہیں وہ ناکارہ ہیں۔ پیپلز پارٹی کے رہنما امین فہیم نے سوال اٹھایا ہے کہ اگر حفاظتی انتظامات درست تھے تو قاتلانہ حملے سے بچاؤ کے لیے جیمرز کیوں کام نہیں کر رہے تھے؟

یہ سانحہ اتنا شدید ہے کہ اس کے نقصانات کا کوئی اندازہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی سامراج ایشیا میں کسی بھی شخصیت کی مقبولیت کو اپنے مفادات کے لیے خطرہ سمجھتا ہے۔ شاہ فیصل، ذوالفقار علی بھٹو، شیخ مجیب الرحمٰن، اندرا گاندھی، ان کے بیٹے راجیو گاندھی اور اب بھٹو کی بیٹی بے نظیر عالمی استعمار کی ہی سازشوں کی زد میں آ کر قتل ہوئے۔ حتیٰ کہ جنرل ضیاء الحق بھی جب امریکی مفادات کے لیے خطرہ بنے تو پوری ٹیم سمیت راستے سے ہٹا دیے گئے۔ لیاقت علی خان سے لے کر بے نظیر بھٹو تک سب نے عالمی استعمار پر اعتماد کیا اور اس کے تعاون سے اقتدار

حاصل کیا۔ استعمار نے اپنے دقستوں کو ہمیشہ دھوکہ دیا۔ بینظیر بھی دھوکے کا شکار ہوئیں، انھیں مفاہمت کے نام پر اعتماد میں لیا گیا اور ملک میں آنے کی اجازت ملی۔ اب انھیں بھی راستے سے ہٹایا گیا، جس طرح ان کے والد کو ہٹایا گیا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو، ان کے دو بیٹے، شاہنواز اور میر مرتضٰی اور اب بیٹی سب قتل ہوئے۔ استعمار نے بھٹو خاندان کا قصہ ہی تمام کر دیا۔

راولپنڈی کے اسی باغ میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو گولی ماری گئی۔ اسی شہر میں سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی اور اب بھٹو کی بیٹی کو بھی لیاقت باغ میں ہی گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ مقتدر قوتوں کے منہ کو خون لگ چکا ہے، دینی وسیاسی رہنماؤں کا تسلسل کے ساتھ قتل ملکی سلامتی اور سیاسی استحکام کے خلاف خوفناک سازش ہے

آٹھ سالہ ڈکٹیر شپ کے بعد نام نہاد جمہوریت بحال کرنے اور انتخابات کا ڈھونگ رچانے والوں نے جمہوری عمل کی آخری رسمیں پوری کردی ہیں۔ ملک خانہ جنگی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ خاکم بدہن ملک ٹوٹنے، تقسیم ہونے اور علیحدگی کے خدشات کا برملا اظہار ہونے لگا ہے

سانحہ راولپنڈی نے پورے ملک کا نظام درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔ ہڑتالیں، توڑ پھوڑ، فائرنگ اور دھماکوں کی شدید کارروائیوں نے ملک کا امن وسکون برباد کر دیا ہے۔ پر تشدّد کارروائیوں میں اب تک درجنوں شہری جاں بحق ہو چکے ہیں۔ آثار وقرائن سے یہ طوفان اب تھمتا نظر نہیں آتا۔ ایک شخص نے عالمی استعمار کے مطالبے پر آٹھ برسوں میں بے گناہ مسلمانوں کا اتنا خون بہایا ہے کہ پاکستان کی ساٹھ سالہ عمر میں کسی بھی حکمران کے عہد میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور سیاسی ودینی رہنماؤں کے سب سے زیادہ قتل بھی موجودہ حکمرانوں ہی کے عہدِ چنگیزی کا سیاہ ترین باب ہے۔ بے نظیر بھٹو اور ان کی پارٹی سے مکمل فکری ونظریاتی اختلاف کے باوجود ہم ان کے قتل کو ایک ظالمانہ اور بزدلانہ کارروائی سمجھتے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری اور مجلس کی پوری قیادت نے سانحۂ راولپنڈی کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے موجودہ حکمرانوں کی غلط خارجہ وداخلہ پالیسیوں کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ اس کی تمام تر ذمہ داری حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ حکمران جو فصل آج بو رہے ہیں کل اسے کاشت بھی خود ہی کریں گے۔ ایک ڈکٹیٹر نے آدھا ملک ختم کیا، دوسرے کے عزائم بھی اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پاک وطن اور سوہنی دھرتی کی حفاظت فرمائے (آمین)۔

☆☆☆

نماز کی عظمت

بَابُ مَا جاءَ فِیْ حُرْمَةِ الصَّلاۃِ

درسِ حدیث

مولانا عبداللطیف مدنی

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ نَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُعَاذِ الصَّنْعَانِیُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النُّجُوْدِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَصْبَحْتُ یَوْمًا قَرِیْبًا مِنْہُ وَنَحْنُ نَسِیْرُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِیْ الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ عَنِ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَنِیْ عَنْ عَظِیْمٍ وَاِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَسَّرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَاتُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ الصَّوْمُ جُنَّۃٌ وَالصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَۃَ کَمَایُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ قَالَ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ حَتّٰی بَلَغَ یَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِرَاْسِ الْاَمْرِ کُلِّہٖ وَعَمُوْدِہٖ وَذِرْوَۃِ سَنَامِہٖ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُہُ الصَّلٰوۃُ وَذِرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِمَلَاکِ ذٰلِکَ کُلِّہٖ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَاَخَذَ بِلِسَانِہٖ قَالَ کُفَّ عَلَیْکَ ھٰذَا فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَاِنَّالَمُوَاخَذُوْنَ بِمَانَتَکَلَّمُ بِہٖ فَقَالَ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَامُعَاذُ وَھَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وَجُوْھِھِمْ اَوْ عَلٰی مَنَاخِرِھِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِھِمْ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ایک دن میں دورانِ سفر آپ کے قریب ہوگیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے لیکن جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے اس کے لیے یہ بہت آسان بھی ہے۔'' پھر فرمایا: ''اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، اور بیت اللہ شریف کا حج کرو۔'' پھر اس کے بعد فرمایا: ''اے معاذ! کیا تمہیں خیر وبھلائی کے دروازوں تک نہ پہنچادوں' (تو سنو) روزہ (ایک ایسی) ڈھال ہے (جو گناہ سے بچاتی اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھتی ہے) اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (اور اسی طرح) رات (تہجد میں) مومن کا نماز پڑھنا (گناہ کو ختم کر دیتا ہے) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جس میں

تہجد گزاروں اور رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس پوری آیت کا ترجمہ ہے)۔ان (مؤمنین صالحین) کے پہلو (رات میں) بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف وامید سے پکارتے اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں ۔کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان (مومنین صالحین) کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے ۔ یہ ان کے اعمال کا صلہ (انعام) ہے جو وہ کرتے تھے ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمھیں اس چیز (دین) کا سر اور اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتادوں ؟ میں نے عرض کیا ہاں !یارسول اللہ! ضرور بتایئے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس چیز یعنی (دین) کا سرِ اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تمھیں ان تمام چیزوں کی جڑ نہ بتادوں ۔ میں نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور بتایئے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس چیز یعنی (دین) کا سر اسلام ہے ۔اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمھیں ان تمام چیزوں کی جڑ نہ بتادوں ۔ میں نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور بتایئے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور (اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: اس کو بند رکھو ۔ میں نے عرض کیا ۔اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اپنی زبان سے جو بھی لفظ نکالتے ہیں ان سب پر مواخذہ ہوگا ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ ''ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ ''، تمھاری ماں تمھیں گم کرے (اچھی طرح جان لو کہ) لوگوں کو ان کے منہ کے بل یا پیشانی کے بل دوزخ میں گرانے والی اسی زبان کی (بری) باتیں ہوں گی ۔''

تشریح: اس حدیث میں دین کی تصویر بڑے خوبصورت انداز میں اجاگر کی گئی ہے ۔جس طرح کسی جسمانی وجود کا مدار ''سر'' پر ہوتا ہے ۔اگر سر کو ختم کر دیا جائے تو جسمانی وجود بھی باقی نہیں رہتا ۔اسی طرح ''ایمان واسلام'' یعنی عقیدۂ توحید ورسالت دین کے لیے بمنزلہ سر کے ہے کہ اگر توحید ورسالت کے اقرار واعتقاد کو ہٹا دیا جائے تو دین کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا ۔ پھر جس طرح کسی جسمانی وجود کو کارآمد بنانے کے لیے ستون بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے' اسی طرح دین کا ستون نماز ہے ۔نماز ہی وہ بنیادی طاقت ہے جو دین کے وجود کو قائم رکھتی ہے ۔ اگر نماز کو ضائع کر دیا جائے تو دین کا وجود اپنی اصلی حالت کھو بیٹھے گا ۔ پھر جس طرح کسی جسمانی وجود کو باعظمت اور پرشوکت بنانے کے لیے کسی امتیازی وصف وخصوصیت کی ضرورت ہوتی ہے ۔اسی طرح جہاد وہ ضرورت ہے جس پر دین کی عظمت وشوکت کا انحصار ہے ۔ اگر جہاد کو (خواہ قلم سے ہو یا زبان سے خواہ تلوار سے ہو یا تبلیغی جدوجہد سے) ملتِ اسلامیہ سے خارج (نکال) کر دیا جائے تو دین ایک بے شوکت اور بے اثر ڈھانچہ بن جائے گا ۔حدیث کے آخر میں زبان کی حفاظت کے متعلق ہدایت ہے کہ زبان کو قابو میں رکھنا دین ودنیا کی کامیابی اور نجات کا ذریعہ ہے اور زبان کو بے قابو چھوڑ دینا اپنے آپ کو دین ودنیا کی بربادی کی طرف دھکیل دینا ہے ۔اس لیے ضروری ہے کہ منہ سے جھوٹ ،غیبت ،الزام تراشی ،فحاشی اور بدکلامی کے الفاظ نہ نکالے جائیں ۔ اگر زبان کی حفاظت نہ کی گئی تو جہنم کا عذاب سامنے ہے ۔اور اگر زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر ،اچھی باتیں ،خیر وبھلائی کے الفاظ ،وعظ ونصیحت کے کلمات نکلتے ہیں تو یقین کر لو کہ یہ ابدی نجات ،دائمی عیش ونشاط اور ہمیشگی کے باغ وبہار انتظار واستقبال میں ہیں ۔

یہ حدیث جس چیز کی وجہ سے یہاں درج کی گئی ہے وہ ہے '' اقامتِ صلوٰۃ '' ، جس کو دین کا ستون قرار دیا ہے کہ جس طرح کوئی مکان ستون کے بغیر قائم نہیں رہتا ' اسی طرح نماز کے بغیر دین کا قیام نہیں۔ اس سے نماز کی اہمیت وعظمت ظاہر ہورہی ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض اسلام میں نماز ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی وہ خاص عبادت ہے جو دن رات میں پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ ہر مسلمان عاقل، بالغ ، مرد وعورت پر فرضِ عین ہے۔ یہ ایک قدیم عبادت ہے کسی رسول کی شریعت کبھی اس سے خالی نہیں رہی۔ شروع میں امتِ محمد یہ پر صبح وعصر کی دو نمازیں مقرر تھیں۔ شبِ معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس نے ان کا اچھی طرح وضو کیا اور ان کو ٹھیک اوقات پر پڑھا اور ان کا رکوع اور خشوع کامل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور جو کوئی ایسا نہ کرے اللہ بے نیاز اس کی بخشش کا وعدہ نہیں کرتا چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے تو اسے عذاب میں مبتلا کرے۔

قرآنِ کریم کی متعدد آیات اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیکڑوں احادیث میں نماز کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کو دین کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ بے شک نماز ہی ایسی چیز ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت رکھی ہے جس سے تقاضا ہائے ایمان پیدا ہوتے ہیں اور شرفِ انسانیت کا شعور بیدار ہوتا ہے۔ نماز ایمان واسلام کو محفوظ رکھنے کا طریقہ اور دنیا وآخرت کے نقصان سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت آخری وصیت جوامت کے لیے فرمائی وہ یہ تھی '' الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم '' ، یعنی نماز کی پابندی کرو اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھو۔ یہ بات دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔ اس سے نماز کی اہمیت خوب واضح ہورہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری وقت میں نماز ہی کی تاکید فرمارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہمارا ایمان نماز ہی کی پابندی سے محفوظ ہے۔ اس کی ہمیں بڑی قدر کرنی چاہیے۔ اس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے مگر افسوس کہ ہماری نظر میں اس کی کوئی قدر اور اہمیت نہیں۔ یہ ہماری بڑی محرومی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں نماز کا اہتمام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ اَبِی السَّمِیْحِ عَنْ اَبِی الْھَیْثَمِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاھَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہُ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ (اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ)الْاٰیَۃَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: '' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی دیکھ بھال کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے لیے ایمان کی گواہی دو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں '' انما یعمر مساجد اللہ الخ '' ، یعنی بے شک اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، نماز

پابندی سے ادا کرتا اور زکوٰۃ دیتا رہتا ہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

تشریح: فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو اللہ کے گھر کی خبر گیری کرتا ہے۔ اس کی حفاظت وخدمت کرتا ہے۔ اس میں جھاڑو وغیرہ دے کر اس کی صفائی رکھتا ہے، اس میں نماز پڑھتا اور عبادت کرتا ہے تو تم اس کے حق میں گواہی دو کہ وہ مردِ مومن اور اللہ ورسول کا فرماں بردار اور اطاعت شعار بندہ ہے۔

نماز چھوڑنے کا بیان:

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَرْکِ الصَّلٰوۃِ

حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ نَا جَرِیْرٌ وَاَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَ الْکُفْرِ وَ الْاِیْمَانِ تَرْکُ الصَّوٰۃِ. وَحَدَّثَنَا ھَنَّادٌ نَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَاَبُو الزُّبَیْرِ اِسْمُہٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ تَدْرُسٍ.

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے اور ایک روایت ہے کہ مومن کا نماز چھوڑنا بندۂ مومن اور کفر کے درمیان (کی دیوار) کو ڈھا دیتا ہے۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب ہے کہ بندۂ مومن اور کفر کے درمیان نماز بمنزلہ دیوار کے ہے کہ بندہ اس کی وجہ سے کفر تک نہیں پہنچ سکتا مگر جب نماز ترک کر دی گئی تو گویا درمیان کی دیوار اٹھ گئی۔ لہٰذا نماز چھوڑنے والا مسلمان کفر تک پہنچ جائے گا۔ نماز ترک کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ ”احکم الحاکمین“ کی حکم عدولی ہے۔ دنیا میں بھی اس کا وبال بھگتنا پڑتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی بڑی سنگین سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارِ الْحُسَیْنِ بْنِ حُرَیْثٍ وَیُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی قَالَا نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰی عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ وَاقِدٍ ح وَثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ قَالَا نَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِیْہِ ح وَثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ الْحَسَنِ الشَّقِیْقِیُّ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ قَالَا نَا عَلِیُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِیْقٍ عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: ”حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمارے اور منافقوں کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے لہٰذا جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔“

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان امن وامان کا معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم انھیں قتل نہیں کرتے اور اسلام کے احکام ان پر نافذ نہیں کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے، جماعت میں حاضر ہونے اور اسلام کے دوسرے ظاہری احکام کی اتباع کرنے کے سبب مسلمانوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ لہٰذا جس نے نماز کو (جو اہم ترین عبادت ہے) چھوڑ دیا تو گویا کہ وہ کافر ہو گیا۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نماز ترک

کر کے کفر کو ظاہر نہ کریں۔ اس طرح جملہ ’’فقد کفر‘‘ کے معنی یہ ہوئے کہ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کو ظاہر کر دیا۔

تنبیہ: نماز کا انکار کرنے والا بے شک کافر ہو جاتا ہے۔ البتہ جو شخص نماز کی فرضیت کا اقرار تو کرتا ہو لیکن عملی طور پر نماز ادا نہ کرتا ہو تو وہ کافر تو نہیں ہوتا، فاسق و فاجر ہوتا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ نَا بِشْرُبْنُ الْمُفَضَّلِ عَنِ الْجُرَیْرِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقِ الْعُقَیْلِیِّ قال کَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُہ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلٰوۃِ .

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شقیقؒ فرماتے ہیں کہ تمام اعمال میں سے صرف نماز ہی ایک ایسا عمل تھا جس کے چھوڑنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کفر سمجھتے تھے۔

تشریح: یہاں جو حصر کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نماز کے سوا کسی دوسرے عمل کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز کا ترک نہ صرف یہ کہ بہت بڑا گناہ تھا بلکہ وہ اسے کفر کے بہت قریب سمجھتے تھے۔ کیوں کہ اس وقت اسلام کی علامت ہی نماز تھی جو مسلمان ہوتا تھا وہ نماز ادا کرتا تھا اور جو نماز ادا نہ کرتا اس کے بارے میں سمجھا جاتا کہ وہ مسلمان نہیں اس لیے صحابہ کرامؓ نماز چھوڑنے کو کفر سمجھتے تھے۔

تارکین نماز کے متعلق مختلف وعیدوں کا ذکر آتا ہے مگر اس باب میں جو وعید یہاں بیان کی گئی ہے وہ بہت سخت ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان حائل نماز ہے۔ اگر حائل رکاوٹ دور کر دی جائے تو وہ کفر میں داخل ہو جائے گا۔ اس باب کی احادیث میں معلوم ہوتا ہے کہ نماز چھوڑنا کفر ہے۔ جب کہ دوسرے ابواب کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر نہیں۔ ان مختلف روایات کی وجہ سے ائمہ میں اختلاف ہوا۔ امام احمدؒ کی ایک روایت ہے کہ عمداً نماز چھوڑنے سے کافر و مرتد ہو جاتا ہے اور وہ اس پر مرتد کے سارے احکام جاری کرتے ہیں اور قتل بھی ردۃً ہوتا ہے مگر جمہور کے ہاں کافر و مرتد نہیں ہوتا بلکہ سزا دی جائے گی پھر سزا میں اختلاف ہے۔ وہ حدًّا قتل کا حکم دیتے ہیں جیسے قصاص یا زانی محصن کو حداً رجم ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ و امام مالکؒ کے ہاں قتل کر دیا جائے گا اور احناف کے نزدیک قید کر دیا جائے گا جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ لیکن اگر نماز کی فرضیت کا انکار کر دیا تو وہ بالاتفاق کافر ہو گا۔ امام احمدؒ ظاہری احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

جمہور کی دلیل قرآن کریم میں ہے: ’’**ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء** ‘‘

اسی طرح بعض وہ احادیث جن میں ترکِ صلوٰۃ کو گناہ تو کہا ہے مگر کفر نہیں کہا۔

جمہور کی طرف سے جواب نمبر (۱): رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال تشدیداً تھے تاکہ لوگ ڈر جائیں۔

جواب نمبر (۲): نماز نہ پڑھنا کافروں کا عمل ہے۔ نماز نہ پڑھ کر کافروں والا عمل کیوں کرتے ہو۔

جواب نمبر (۳): کفر کا قرب ہے ممکن ہے کہ کفر میں داخل ہو جائے۔ امام مالکؒ و شافعیؒ کے ہاں قتل کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں قتال کا حکم ہے جیسے ’’امرت ان اقاتل الناس الخ‘‘ کہ پورے اسلام پر عمل نہ کریں تو میں قتال کروں گا۔

جواب: قتال کو قتل لازم نہیں۔ قتال بمعنی لڑنا جھگڑنا ہے۔

احناف فرماتے ہیں کہ حدیث میں قتل کے تین اسباب مذکور ہیں اور ترک صلوٰۃ ان میں سے نہیں ہے۔

دُعا

پروفیسر خالد شبیر احمد

عہدِ گزشتہ ' اے خدا پھر سے دکھا ہمیں
بھٹکے ہوئے ہیں راہ سے رستے پہ لا ہمیں

تجھ کو تیری کتاب ِ مقدس کا واسطہ
دینِ مبیں کی بخش دے پھر سے ضیا ہمیں

ہم دانشِ افرنگ کے پنجے میں آ گئے
رحم و کرم سے آپ ہی تُو اب چھڑا ہمیں

ہم بھی تو سرفراز ہوں فیضان سے تیرے
جذب و جنون و درد کی صہبا پلا ہمیں

چھٹ جائے سر سے اپنے بھی محرومیوں کا ابر
سطوت ، شعور و عزم کی پہنا رِدا ہمیں

خائن ہیں ، خود فروش ہیں اربابِ اختیار
حرص و ہوس کے زہر سے اِن کے بچا ہمیں

روشن خیال پھر سے ہیں اپنے عروج پر
ان کے خلاف جنگ میں دے آسرا ہمیں

تجھ سے میں تیرے نام پہ کرتا ہوں التجا
جمہوریت کے قہر سے تو ہی بچا ہمیں

کیا پُرسکون دَور ' خلافت کا دَور تھا
اک بار پھر وہ دَورِ خلافت دِکھا ہمیں

عثمانؓ جیسی جود و سخا سے ہوں ہم کنار
صدیقؓ جیسی بخش دے خوئے وفا ہمیں

عزمِ عمرؓ سے روشنی پائیں دل و دماغ
اصحاب جیسا شوقِ وفا ہو عطا ہمیں

چاروں طرف سے نرغۂ باطل میں آ گئے
حیدرؓ سا کوئی رہنما کر دے عطا ہمیں

نقشِ قدم پہ قوم ہے ابنِ زیاد کے
کردارِ اہل بیت سے کر آشنا ہمیں

کٹنے نہ پائے گنبد ِ خضریٰ سے رابطہ
محبوبِ حق کے دَر کا ہی رکھنا گدا ہمیں

خالدؔ ہے تجھ سے ملتجی رحمت کی بھیک کا
ان وحشتوں کے دَور سے تو ہی بچا ہمیں

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

عادل یزدانی

کب تھا ایسا کمال پارس میں
رب نے رکھا جو آپ کے مَس میں
جلوہ فرما یونہی رہیں گے سدا
آپ ہر قلبِ ناکس و کس میں
تھے جو قطبین پر کبھی آقا
جڑ گئے ہیں وہ لوگ آپس میں
شہرِ طیبہ میں اڑ کے آ جاؤں
یہ نہیں ہے مگر مرے بس میں
میرے باطن سے آپ واقف ہیں
کس لیے کھاؤں میں یونہی قسمیں *
کیا چلیں گے رَہِ اویس پہ وہ
پڑ گئے ہیں جو پیش اور پس میں
آپ کے زیرِ پا جو آتا رہا
ہو مرا بھی شمار اُسی خس میں
کوئی چارہ کہ مٹ سکیں آقا
یہ ہنود و یہود کی رسمیں
پھر توانائی بھر گیا ہے درود
مجھ سے لاچار اور بے بس میں
اسمِ احمد میں ہے جو یزدانی
یہ حلاوت کہاں تھی نو رَس میں

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ابوسفیان تائبؔ

بشر ہے ذات مگر ہیں صفات نورانی
نہیں ہے آپ کا دارین میں کوئی ثانی
ملائکہ کے جو سردار آپ کے خادم
ہے آپ ہی سے جہاں بھر میں نور افشانی
خدا کے حکم سے آدم کی عظمتوں کے لیے
ہیں سجدہ ریز ملائک جو سب ہیں نورانی
ہے آشکارا اسی سے مقامِ بشریت
ہوا اشارے سے دو ٹکڑے قمر نورانی
یہ نورِ شمس و قمر ، نجم آپ کا صدقہ
فنا سبھی کو ہے نور آپ کا ہے لافانی
تھے آفتاب نے جن کے لیے قدم پلٹے
وہی ہیں آپ فقط ایک عبد لاثانی
گزر سکا کوئی نوری نہ پار سدرہ سے
ہے عرشِ اعلیٰ پہ خیر البشر کی مہمانی
کمال یہ ہے بشر ہو کے نورِ اکمل ہیں
نبی کی شان کی تائبؔ کرو قدر دانی

*قَسَم کی رعایت سے ”قَسَمیں“ ہونا چاہیے مگر ”قسمیں“ زبان زدِ عام ہے

قلم کی آزادی

ایک مذاکرہ کا ماحصل

شورش کاشمیریؒ

جاں اپنے خیالوں کی صداقت پہ فدا کر
اِس دورِ پُر آشوب میں یہ فرض ادا کر
ملتا نہیں مانگے سے کبھی حقِ نگارش
قربانی و ایثار کے کوچہ میں صدا کر
مرنا ہی جو ٹھہرا ہے تو مردانہ صفات مر
جینا ہے تو میدانِ شہادت میں جیا کر
تسلیم کہ یہ رات کڑی بھی ہے سیاہ بھی
یہ رات نکل جائے گی ' ہمت تو ذرا کر
ہر وار میں کڑکا ہو تو ہر ضرب میں طوفان
اِس رنگ سے آرائشِ میدانِ وغا کر
اُس شخص پہ لعنت ہو تصور ہے یہ جس کا
انگریز کی اولاد کی تعظیم کیا کر
دو روزہ خدائی تو کوئی بات نہیں ہے
اے شیخ فقیروں سے الجھتا ہے حیا کر
او بیربلِ عصر شناسا ہوں ترا خوب
کس نشہ میں بدمست ہے تُو خوفِ خدا کر
شورشؔ اسی نگری سے تجھے فیض ملے گا
مردانِ قلندر سے بہرحال ملا کر

ڈَڈّاں ڈَڈّاں کو ووٹ دو

مجید لاہوری مرحوم

اے زمیں کی پستیو ! تم آسماں کو ووٹ دو
خاک کے ذرّو ! اٹھو اور کہکشاں کو ووٹ دو

مہرباں کو ووٹ دو ، نامہرباں کو ووٹ دو
مختصر یہ ہے کہ دستِ زر فشاں کو ووٹ دو

سیٹھ قاروں کا ہے پورا خانداں امیدوار
سیٹھ قاروں جی کے پورے خانداں کو ووٹ دو

ووٹ جیسی شے نہیں کیڑے مکوڑوں کے لیے
سب سے جو اونچا ہو بس تم اس نشاں کو ووٹ دو

ووٹ کا حق دار وہ ہے جو غلط وعدے کرے
فور ٹوئنٹی اور مسٹر فراڈ خاں کو ووٹ دو

تین میں سے ایک تو دو ووٹ کالے چور کو
خواہ اس کے بعد تم سارے جہاں کو ووٹ دو

آج کل گلیوں میں لونڈے گا رہے ہیں اے مجیدؔ
ڈَڈّاں ڈَڈّاں ، ڈَڈّاں ڈَڈّاں ، ڈَڈّاں ڈَڈّاں کو ووٹ دو

غزل

سید یونس الحسنی

جبر کی ہواؤں نے کیسا نقش بکھیرا ہے
دھجیاں ہیں جسموں کی تیرہ شبی کا ڈیرا ہے

خون سے بہاروں کے' آشیاں سلگتا ہے
لگ رہا ہے گلشن میں بادِ خزاں کا پھیرا ہے

اُس کی ستم ظریفی سے کتنے دل بے جان ہوئے
اُس کی کج ادائی سے ہر سُو گُپ اندھیرا ہے

میرے وجود میں رقصاں ہے الفت سوہنی دھرتی کی
پر اُس کی منحوس نظر نے خوشیوں کا رنگ پھیرا ہے

وہ ظلمت کا ماتو ہے زیست کے لیے یونس
اُس کے تیروں کی زد میں ہر گُلرنگ سویرا ہے

(۱۵؍دسمبر ۲۰۰۷ء)

غزل

جعفر بلوچ (لاہور)

نہیں بے کسی کا نشاں ذات میری
کہ فکر ان کو رہتی ہے دن رات میری

نہیں ہونے دیتے وہ مجھ کو خبر تک
وہ کرتے ہیں یوں بھی مدارات میری

ہوا التفات ان کا غماز ورنہ
مجھے کب تھی معلوم اوقات میری

اگر عصرِ نَو کی بشارت نہ بخشے
عبث ہے فعولن فعولات میری

چمن پر اک آسیب ہے سایہ افگن
جو ہو کوئی عامل' سنے بات میری

مری بات ہے ترجمانِ خلائق
مری بات کب ہے' فقط بات میری

لگائے ہیں پھولوں نے کان اِس طرف کو
خوش آتی ہیں ان کو حکایات میری

غزل ہو مری شاخِ نعت و نوافل
یہی جعفرؔ اب ہے مناجات میری

افکارِ عصر

کامران رعد (لندن)

مسلم

مجھے سوزِ دروں نے کر دیا ساقی سے بیگانہ　　شرابِ آگہی نے بھر دیا باقی کا پیمانہ
مسلماں کیوں ہوئے دریُوزہ گر اقوامِ یورپ کے　　معیشت ہے فقیرانہ نہ صنعت ہے غریبانہ
گدائے بادۂ مغرب بنے حکّام مسلم کے　　جِبلّت ہے غلامانہ تو نَخْوَت ہے ملوکانہ
چھپا کر لے گیا لات و منات احرام میں حاجی　　طوافِ بیتِ جانانہ بنا طوفِ صنم خانہ

دنیا

میں کیوں مر جاؤں بس تیری سُبک پائی پہ اے دنیا　　نہ تیری چال مستانہ نہ میرا حال دیوانہ
تری خو بزم پیرائی مری ہُو رَزم آرائی　　ترا ہر ساز ویرانہ مری آواز بُستانہ
وہی ہیں دعوتیں تیری وہی ہیں نفرتیں میری　　مری تکذیب روزانہ تری ترغیب دوگانہ
نہ بدلے تھے نہ بدلے ہیں نہ بدلیں گے یہ تا محشر　　ترے اندازِ میخانہ مرے اعزازِ رندانہ

کافر

مٹائے گا تُو کیا کافر جہادِ مردِ مومن کو　　جو دے دے مال شکرانہ تو دے دے آل نذرانہ
تجھے فکرِ گِراں مائی مجھے صبر پذیرائی　　تو ان داتا کا پروانہ مرا داتا سے یارانہ
تو بانگِ نفسِ امّارہ میں بے پرواہ و آوارہ　　ترے ایوان شاہانہ مرا چٹّان کاشانہ
عیاں ہے 'بُو غریب' و قصّۂ 'ایوان رڈلی' سے　　ترا فرضِ بہیمانہ مرا طرزِ حکیمانہ

....

جگائیں گے حمیّت رعدؔ پھر اقوامِ مسلم کی
مرے افکار دُردانہ مرے اشعار وجدانہ

جنرل پرویز سے مسٹر پرویز تک

پروفیسر خالد شبیر احمد

ماشاء اللہ جنرل پرویز اب مسٹر پرویز ہو گئے ہیں۔ وردی انھوں نے اتار دی ہے۔ وردی جسے وہ اپنی کھال کہا کرتے تھے۔ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بغیر کھال کے پاکستان کے صدر کے طور پر اپنے فرائض منصبی ادا کریں گے۔ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ وہ بغیر کھال کے بھی وہی معلوم ہوتے ہیں جو کہ پہلے تھے۔ معلوم ہوا کہ وردی اترنے سے انسان کے خیالات میں تو کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ آپریشن سے مریض کی وہ تکلیف تو دور ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے آپریشن ضروری ہو جاتا ہے لیکن مریض کے شفایاب ہونے کے بعد اُس کے مزاج، اُس کے خیالات، اُس کے اندازِ کار میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور پھر اس عمر کے حصے جس سے مسٹر پرویز گزر رہے ہیں تو کوئی انسان تبدیل ہوتا کبھی نظر نہیں آیا۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ:

''وہی چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے''

اس بے ڈھنگی چال نے اُن کے ابتدائی آٹھ برسوں میں جو ڈھنگ دکھائے' آئندہ پانچ برسوں میں بھی وہی ڈھنگ دیکھنے کو ملیں گے۔ اس لیے کہ وہ فوج سے تو علیحدہ ہو گئے مگر فوج تو اُن سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ اُن کے آئین کے تحت وہ اب بھی فوج کے سپریم کمانڈر ہیں۔ نیشنل سیکورٹی کونسل کے صدر اور ۵۸۔ ٹو۔ بی کے اختیار کے مالک بھی ہیں۔ جس کے تحت وہ جب چاہیں ملک کی اسمبلیوں کو توڑ سکتے ہیں۔ اسمبلی کے سر پر یہ تلوار لٹکتی رہے گی اور اسمبلیاں اُن کی مرضی کے مطابق کام کرتی رہیں گی۔

گزرا ہوا وقت تو گزر گیا۔ آنے والے وقت کے بارے میں پہلی بات تو یہی ہے کہ موجودہ سیاسی صورت حال کے تحت ایک محبّ وطن شہری اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ بہتر ہوں گے۔ خواہشِ اقتدار نے ملک کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ پہلے ہی سیاہ ترین تاریخ ہے لیکن اس وقت مسٹر پرویز اور ہماری سیاسی جماعتوں نے باہمی اتحاد سے اسے مزید تاریک، گھناؤنا اور المناک بنا دیا ہے۔ ملکی حالات کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ:

''ہے یہ وہ جامہ' نہیں جس کا کوئی الٹا سیدھا''

انتخابات سر پر ہیں لیکن حالات کے کوئی سر پیر نہیں۔ دنیا کے ممالک میں اگر کوئی معاشی یا پھر سیاسی بحران پیدا ہو جائے تو انتخابات کے ذریعے اُس پر قابو پا لیا جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں تو الٹی گنگا بہتی ہے کہ اگر انتخابات سے پہلے بحران نہ بھی ہو تو انتخابات کے بعد بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ اب تو ماشاء اللہ' اللہ نظر بد سے بچائے انتخابات سے پہلے ہی شدید نوعیت کا بحران موجود ہے۔ جن شہریوں کے ووٹ سے نمائندے چنے جاتے ہیں' اُن کو حق شہریت سے مسٹر پرویز نے محروم کر رکھا

ہے۔ دستور نام کی کوئی چیز اس وقت ہمارے ملک میں نہیں ہے۔ مسٹر پرویز جب جنرل تھے تو انھوں نے ملک کے دستور پر کمانڈو ایکشن لیا اور دستور کو جی ایچ کیو میں بند کر کے تالے لگا دیئے اور جب انھوں نے مسٹر پرویز بننے کی ٹھانی تو عدلیہ پر شب خون مارا اور اُسے بھی قید کر کے اپنے اقتدار کا راستہ صاف کر لیا۔ اب جس ملک میں نہ کوئی آئین ہو نہ عدالت' اُس ملک میں اگر انتخابات ہو بھی گئے تو وہ ملک کے کون سے مسائل کو حل کر لیں گے۔

عدل و انصاف وہ مرکز ہے جس کے اردگرد پورے معاشرے کا نظم و نسق گھومتا ہے۔ ہر چیز اپنے مرکز کی وجہ سے قائم و دائم رہتی ہے اور اگر مرکز ہی تباہ اور برباد کر دیا جائے تو پھر کونسی چیز تباہی و بربادی سے بچائی جا سکتی ہے۔ چرچل نے دوسری جنگِ عظیم میں جرمنی کی شدید بمباری کے دوران جب کہ ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا تھا' یہ بات کہی تھی کہ ہمیں کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ ہمارے ملک کی عدلیہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہے اور عوام کو عدل و انصاف مل رہا ہے۔ مسٹر پرویز اس کے مقابلے میں یہ کہتے ہوئے اکثر دیکھے گئے ہیں کہ ملک ترقی کر رہا ہے۔ بہتری کی طرف جا رہا ہے۔ معاشی حالات انتہائی بہتر ہیں۔ یہ سب کچھ کیسے مان لیا جائے جب کہ معاشرے میں نہ آئین ہے اور نہ عدلیہ۔ بلکہ عدل کرنے والوں کو اُن کی رہائش گاہوں میں نظر بند کر دیا گیا ہے اور اُن سے کسی کو ملنے کی اجازت تک نہیں۔ اُن کا ملک کے کسی طبقے سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں انصاف دینے والے خود انصاف سے محروم ہیں۔ اور اس پر مسٹر پرویز فرحاں و شاداں ہیں کہ دیکھا عدلیہ کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ اب انھیں کہو کہ میرے خلاف فیصلہ دیں۔ اسی پر تو کہا گیا ہے کہ ''طاقت گمراہ کرتی ہے اور مکمل طاقت مکمل گمراہ کر دیتی ہے۔''

ہر روز مسٹر پرویز اپنی جیب سے ایک نیا قانون نکالتے ہیں اور ملک پر نافذ کر دیتے ہیں۔ ۳ر نومبر کو نیا پی سی او (عارضی آئین) اُس وقت نافذ کیا گیا جب کہ ملک میں سرے سے کوئی صدر ہی نہیں تھا۔ جب کہ آرڈیننس سوائے صدر کے اور کوئی نافذ ہی نہیں کر سکتا۔ اسی لیے تو پی سی او کو مارشل لاء کہا گیا:

مجھ کو ہلا کے رکھ دیا اپنوں کے وار نے
منظر یہ کیسے دیکھے دلِ غم شعار نے
گلشن تمام زد پہ ہے بادِ سموم کی
کیا کیا نہ گل کھلائے فریبِ بہار نے

اِدھر سیاسی رہنما جس روش کو اختیار کیے ہوئے ہیں' اُس کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ ''اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی''۔ کوئی ''انتخابات انتخابات'' لگا رہا ہے تو کوئی ''بائیکاٹ بائیکاٹ'' کی رَٹ لگائے ہوئے ہے۔ حتیٰ کہ دینی رہنماؤں میں بھی اب اتحاد باقی نہیں رہا۔ وہ بھی مروجہ سیاست کی نذر ہو گئے ہیں اور یوں یہ بات درست ثابت ہوئی:

''ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد''

دینی رہنماؤں نے بے دین سیاست میں ملوث ہو کر اپنا سب کچھ کھو دیا ہے:

''اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی''

قاضی صاحب بائیکاٹ کی طرف چل دیئے ہیں اور حضرت قبلہ مولانا' انتخابات کی طرف بلکہ ستم تو یہ ہے کہ آج کی خبر کے مطابق مولانا پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ مل کر انتخابات میں ''سیٹ ٹو سیٹ ایڈجسٹمنٹ'' کا پروگرام بنائیں گے:

کیسا رہا فسونِ سیاست کا یہ طلسم
چھنتی ہے گاڑھی واعظوں کی مہوشوں کے ساتھ

انتخابات ہوں یا نہ ہوں، بائیکاٹ ہو یا پھر نہ ہو' حالات تبدیل ہوتے نظر نہیں آرہے۔ جنرل پرویز نے جنرل سے مسٹر بننے تک ایسے اقدامات کر لیے ہیں کہ اب پاکستان بے دین قیادت اور بے دین سیاست کے چنگل سے نکلتا نظر نہیں آتا۔ بار بار تحریکِ پاکستان کی طرف خیال جاتا ہے کہ مسلمانانِ پاک وہند نے کتنے جوش اور ولولے کے ساتھ تحریک پاکستان کا ساتھ دیا تھا۔ اسلام کے نام پر ووٹ حاصل کیے گئے۔ اس لیے کہ نئے ملک میں خلفائے راشدین کے دور کے نظارے ہوں گے اور عدل وانصاف سستے داموں مہیا کیا جائے گا۔ امیر اور غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔ امیر غریبوں کے ہمدرد ہوں گے اور غریب امیروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ لیکن یہ کیا کہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا۔ عدل وانصاف کی راہیں مسدود ہو کے رہ گئیں اور خلفائے راشدینؓ کے دور کی بجائے اب شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ طالبان کا کیا قصور تھا۔ وہی قصور شمالی اور جنوبی وزیرستان کا' وہی قصور اب سوات میں رہنے والوں کا ہے۔ انگریز سامراج نے جہاد کو منسوخ کرنے کے لیے جعلی نبی پیدا کیا ۔اب وہ تجربہ ناکام ہو گیا۔ اس جعلی نبی کے اصلی خدوخال دنیا پر واضح ہو گئے۔ اب کسی کو جرأت نہیں کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے لیکن اس کی جگہ اب ''نیا جال لائے پرانے شکاری'' کی مصداق جہاد کرنے والوں کو دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ اور انھیں انتہا پسند کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ ان کے خلاف اقدام کرنے والوں کو روشن خیال۔ حالاں کہ نہ روشن خیالی کی وضاحت سامنے لائی گئی ہے اور نہ ہی اس بات کا آج تک پتا چلا ہے کہ دہشت گرد کون ہوتے ہیں اور دہشت گردی سے مراد کیا ہے:

بے حالیٔ حالات نے تڑپا کے رکھ دیا
آنکھوں کو نم دیا ہے دلِ غم گسار نے

یہ صورت حال پریشان کن تو ہے لیکن ہم مایوس نہیں کہ مایوسی گناہ ہے۔ مولانا محمد منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''دین وسیاست'' کے صفحہ ۲۵۲ پر ایسے حالات میں مسلمانوں کے لیے درج ذیل عبارت تحریر کی ہے:

''بعض حکومتیں اس وقت بھی ایسی ہیں جو ان پرانے دقیانوسی ظالمانہ طریقوں سے تو نہیں لیکن نئی شاطرانہ چالوں اور سیاسی عیاریوں سے مسلمانوں کو اسلام سے (بلکہ خدا اور مذہب کے ہر ماننے والے کو اس کے مذہب اور خدا سے) توڑنے کی کوشش خفیہ وعلانیہ کرتی ہیں۔ لیکن انھوں نے خدا پرستی اور کسی مذہب کے ماننے کو قانوناً جرم قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ دوسرے مکارانہ طریقوں سے وہ اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتی ہیں۔

ایسی حکومتوں کے مسلمان شہریوں کے لیے لائحہ عمل یہ ہے کہ وہ خدا اور اُس کے مقدس دین کی سچی وفاداری اور اس راہ میں عزیمت اور صبر کو اپنی پالیسی کی بنیاد بنائیں اور اپنے گھروں میں خدا پرستی اور اسلامی زندگی کی فضا قائم رکھنے کے لیے اور نئی نسل کو دینی تعلیم و تربیت کے لیے جو تدبیر اور جو محنت و کوشش اپنے موجودہ حالات میں کر سکتے ہوں اس میں کمی نہ کریں۔ (ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ اگر سچا احساس اور صادق عزم ہو تو یہ سب کچھ ہو سکتا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی ملکی حکومت کو اس غلطی سے بچانے کے لیے اور حالات کو بہتر بنانے کے لیے جو خیر خواہانہ اور دانش مندانہ تدبیریں اور کوششیں ممکن ہوں' اُن سے غافل نہ رہیں۔ اس کے راستے سیاسی بھی ہو سکتے ہیں اور بالکل غیر سیاسی بھی اور ان کی کوششوں کے نتیجے ایسے بھی نکل سکتے ہیں جن کا عام انسانوں کو وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اللہ کی قدرت ہماری سوچ، فکر اور ہمارے قیاس و انداز ہ سے بہت وسیع ہے اور اس کی غیر مبدل سنت اور اس کا یہ قطعی وعدہ ہے کہ اُس پر ایمان لانے والے اُس کے بندے اگر اُس کے ساتھ سچی وفاداری کا ثبوت دیں گے اور ایسے ناموافق اور صبر آزما حالات میں جو کچھ وہ کر سکتے ہیں اُس کے کرنے میں کمی نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کی مدد فرمائے گا اور پردۂ غیب سے وہ اُن کی مشکلات کو حل کر کے اُن کے موافق بنا دے گا۔''

مجلس احرار اسلام ایسے حالات میں یہی کچھ کر رہی ہے۔ مجلس احرار اسلام کا ملک کی اس انتخابی سیاست سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم مولانا منظور نعمانیؒ کی اس نصیحت کے مطابق اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر دین اسلام سے لگاؤ اور حکومتِ الٰہیہ کے لیے عوام کی ذہن سازی میں مصروفِ کار ہیں۔ آیئے! ہمارے ساتھ تعاون کیجیے کہ یہی خدا کی رضا کے حصول کا موثر اور بہترین ذریعہ ہے۔

مجلس احرار اسلام یہ سمجھتی ہے کہ اس وقت جو کچھ بھی ہمارے ملک میں ہو رہا ہے۔ یہ فرنگی سیاست اور فرنگی تہذیب و تمدن کے برگ و بار ہیں۔ جن کے بارے میں مصورِ پاکستان علامہ اقبالؒ آج سے ایک عرصہ پہلے کہہ گئے ہیں:

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوقِ لطیف

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کہہ کر مسلمانوں کو حوصلہ اور دلاسا بھی دیتے ہیں:

جہانِ نَو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی قعامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ
وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

(۹؍ دسمبر ۲۰۰۷ء)

اسلام کا محاسبہ۔ یورپ سے درگذر

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی
(۱۵، گاندھی روڈ، دہرہ دون، انڈیا)

اسلام اور مسلمانوں پر انسانیت کے دشمنوں کی طرف سے جو چارج شیٹ لگائی گئی ہے' اس کے اہم نکات میں سے عدم رواداری، بنیاد پرستی، خواتین کی حقوق تلفی اور تاریک خیالی ہیں۔ دن رات یہ تاثر دینے کی کوشش چل رہی ہے کہ ''اسلام کے اڑیل غیر لچک والے رویہ'' کی وجہ سے ساری دنیا میں خلفشار پھیلا ہوا ہے۔ یہ چارج شیٹ شاید تاریخِ انسانی کی سب سے زیادہ جھوٹی اور خلافِ حقیقت چارج شیٹ کہی جاسکتی ہے۔ عملاً دنیا میں جو ہو رہا ہے' وہ اس کے برعکس ہے۔ دنیا کی ظالم طاقتوں نے مل کر دنیا کے وسائل اور انسانوں کو اپنا غلام بنانے کے لیے ایک پلان بنایا ہے۔ اس پر وہ عمل پیرا ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دنیا میں چیلنج کرنے والی کوئی طاقت اور نظریہ باقی نہ رہے۔ کمیونزم کی شکست کے بعد ''قوم پرستی'' اور ''اسلام'' ہی دو خطرہ ہیں۔ ''قوم پرستی'' بڑا خطرہ اس لیے نہیں کیونکہ یہ انھیں انسان دشمنوں کا ایجاد کردہ ہے، اسلام ہی اکیلا چیلنج ہے جو موجود ہے اور اسلام کے تعلق سے انگریزی مقولہ پر عمل ہو رہا ہے کہ ''کتے کو مارنے سے پہلے اسے پاگل مشہور کردو'' مغربی ممالک ایک ''گینگ'' کی صورت میں اپنے اپنے حصہ کا رول ادا کررہے ہیں اور ''سردار'' ان کو حرکت میں رکھ رہا ہے، اسلام کے خلاف جنگ میں ان کا اہم حربہ مسلمانوں میں غیر مرکزیت اور فواحش و منکرات کا فروغ ہے، اس مہم کو جمہوریت کے ''قیام'' اور ''خواتین کی آزادی'' کی مہم کا نام دیا ہے۔

جمہوریت کے تعلق سے ان کے منافقانہ رویہ کی کھلی اور تازہ ترین مثال فلسطین، ترکی اور فرانس میں دیکھنے میں آئی۔ فلسطین میں جمہوری طریقے سے الیکشن جیت کر آنے والی جماعت کو ساری مغربی اور غیر اسلامی دنیا نے منظوری اور مدد نہیں دی، اس پر پابندیاں لگادیں، انصاف پسندی کی مثال دیکھئے۔ ''حماس'' کی ۷۰ فیصد سیٹیں ہیں اور اس کے وزراء کی تعداد ۱۹؍ میں سے ۹؍ رہ گئی۔ ''الفتح'' کی نشستیں ۲۵ فیصد ہیں۔ اس کے وزیر ۶؍ رہوں گے۔ یہ ہے انصاف جو مکۃ المکرّمہ میں کیا گیا ہے مگر مغرب اب بھی ناراض ہے اور حماس کی سرکار کو مانا نہیں جارہا ہے۔

ترکی میں صدارتی انتخاب میں اسلامی رجحانات کے حامل متوقع امیدوار عبداللہ گل کے وزیر اعظم طیب اردگان کے ذریعہ اعلان کیے جانے پر یہ معاملہ اٹھایا کہ عبداللہ گل اسلام پسند ہیں اور ان کی بیوی اسکارف پہنتی ہیں۔ ایسی خاتون ملک کی خاتون اوّل کے طور پر قصرِ صدارت میں پہنچنا ترکی میں سوشلزم کے لیے بڑا خطرہ ہوگا۔ وہاں کی مغرب زدہ فوج نے دھمکی دی اور انقرہ اور ازمیر میں بڑے بڑے مظاہرے کرائے گئے کہ اسلام پسندوں سے ترکی کو خطرہ ہے۔ یہاں تک کہ یہ

صدارتی انتخاب عدالت نے ایک قانونی حیلہ سے جولائی تک کے لیے ٹال دیئے۔

دوسری طرف دیکھیں کہ اسی ماہ فرانس میں صدارتی الیکشن ہوئے، جس میں ایک انتہاء پسند عیسائی صیہونیت کا حامی، بیرونی مہاجرین کا مخالف اور کھلے بندوں سرمایہ داری اور امریکہ و اسرائیل کی حمایت کرنے والا شخص نکولس سارکوزی صدر منتخب ہو گیا۔ مگر دنیا میں کوئی چرچا نہیں، کوئی ہنگامہ نہیں، کوئی بحث نہیں۔

ترکی کے رکن امیدوار پر ہی ہنگامہ اور فرانس میں کٹر اور انتہائی سخت تنگ نظر شخص کے منتخب ہونے پر بھی کوئی ہنگامہ نہیں۔ جب کہ طیب اردگان کی پارٹی نے اپنے چار سالہ اقتدار میں یورپی یونین میں شامل ہونے کے لیے کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا جس سے مغربی ممالک کو اعتراض کا موقع ملے۔ اس کے برعکس فرانس میں سارکوزی کے مقابلہ نرزا اور سیوکلر صدر نے بدنام زمانہ قانون پاس کر کے لاگو کرایا کہ کوئی بھی خاتون ممبر کو اسکارف یا مذہبی علامت پہن کر اسکول نہیں آسکتی۔ جب کہ طیب اردگان کے ترکی میں ایک خاتون ممبر پارلیمنٹ کو سکارف باندھ کر پارلیمنٹ کی کارروائی میں شریک نہیں ہونے دیا گیا۔ دراصل یہ ساری بہانہ بازیاں اپنے اصل مکروہ اور ظالمانہ عزائم کو پوشیدہ رکھنے کے لیے کی جارہی ہیں۔ جمہوریت کا رونا رویا جاتا ہے اور ڈکٹیٹروں کی حمایت کی جاتی ہے۔ میانمار، پاکستان اور مصر کے ڈکٹیٹر مغربی ممالک کے منظور نظر کیوں ہیں؟ پاکستان کے صدر پاکستان کو جدید فلاحی ریاست بنانے کے لیے مدرسوں کی اصلاح کے لیے بلیئر اور بش' جاپان اور جرمنی سے کروڑوں روپیہ لے رہے ہیں۔ خواتین کی آزادی کے لیے مقابلۂ حسن کا انعقاد ہو رہا ہے، وہاں کی خاتون وزیر اسپین جا کر ہوا باز کی گردن میں بانہیں ڈال کر فوٹو کھنچواتی ہیں، لاہور میں میراتھن دوڑ کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں مرد اور عورت ایک ساتھ حصہ لے کر شہر میں دوڑتے ہیں، مختار مائی کی عصمت دری پر رونے والے اسلام آباد میں خواتین کی عصمت فروشی کو ''خواتین کی آزادی'' کے نام پر حلال کر لیتے ہیں اور مغربی آقا بھی مختار مائی کو اقوام متحدہ کی ''برانڈ ایمبیسڈر'' بناتے ہیں مگر ''کوثر بی بی'' پر ہونے والے شرمناک ظلم پر ابھی تک زبانیں گنگ ہیں۔

یہ بات غور طلب ہے کہ مغرب کن عوامل کے ذریعہ انسانوں کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے؟ ایک تو انسانیت میں بے حیائی اور شراب، جوا کا فروغ ''تہذیب'' اور ''آزاد خیالی'' اور ''روشن خیالی'' کے نام پر کرتا ہے۔ دوسرے عقیدہ میں کمزوری پیدا کرنے کے لیے ''برداشت'' اور ''رواداری'' کے ناموں کا استعمال کر کے اسلامی دنیا میں اس کے لیے ماحول تیار کرتا ہے۔ ترکی میں صدارت کے اسلام پسند امیدوار کے خلاف رائے عامہ کو بنانے کے لیے مغرب نے ایک طرف تو اپنے ایجنٹوں کو سڑکوں پر اتارا ہے کہ وہ ''شریعت منظور نہیں ہے'' کے نعرہ لگائیں، دوسری طرف پورا مغربی میڈیا اس مہم پر لگ گیا ہے کہ ان مصنوعی مظاہروں کو دنیا بھر میں نمایاں کر کے پیش کرے۔ فلسطین میں حماس کے مقابلہ کے لیے ''الفتح'' کو نمایاں کیا جارہا ہے اور فرضی ناموں کے انٹرویو دکھا کر اسے رائے عامہ بتا کر پیش کیا جارہا ہے کہ عوام اب اکتا گئی ہے اور وہ اب آزادی کی جنگ نہیں لڑنا چاہتی ہے۔ نوبت یہاں تک ہے کہ امریکہ اور اسرائیل نے مل کر ڈیڑھ کروڑ ڈالر کا اسلحہ اپریل ۲۰۰۷ء میں مصر کے ذریعہ الفتح کو بھجوایا ہے، تا کہ حماس کے مقابلہ میں کمزور نہ پڑے۔ مئی ۲۰۰۷ کے دوسرے ہفتہ میں جو برادر کشی فلسطین میں جاری ہے

اس میں الفتح کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے سیدھا حماس کو نشانہ بنایا ہے اور ۴،۵ دنوں میں میزائل حملوں میں ۲۰ سے زائد حماس کارکن اور بے گناہ فلسطینی شہید کر دیئے گئے۔ سوڈان میں عرصہ سے یہ منافقین جنوبی لبنان کے عیسائیوں کی بھرپور مدد افریقی ممالک کے ذریعہ کر رہے ہیں۔ وسطی ایشیا کی تمام جمہوریاؤں میں ڈکٹیٹروں کی مدد کر کے عوام کو دبا رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے تمام اداروں کا استعمال مسلمانوں میں آپسی انتشار کو بڑھانے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ ورلڈ بینک کے مجرم اور عیاش صدر سابق امریکی نائب وزیر دفاع کی جوگرل فرینڈ شاہ علی رضا ہیں، وہ نام نہاد خواتین کی حقوق علمبردار ۱۵ سال کی ہیں اور پال ولفووٹز سے عشق لڑا رہی ہیں اور اسی کلچر کو کہ ۵۱ سال کی عمر میں عاشقی فرمائی جائے وہ پھیلانے کے لیے دنیا بھر میں کوشاں ہیں۔ یعنی دنیائے اسلام ان کا خاص میدان کار شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا ہے اور دونوں کی دوستی ۹۰ء کی دہائی کی شروعات میں تب ہوئی، جب دونوں "نیشنل انڈومنٹ فار ڈیموکریسی" سے جڑے ہوئے تھے۔

یاد رہے کہ پال ولفووٹز ایک کٹر یہودی اور عراق کے خلاف امریکی جنگ کا سب سے بڑا حمایتی رہا ہے۔ ورلڈ بینک میں اپنی تصویر غریبوں کے ہمدرد کی بنائی ہے اور شمالی افریقی ممالک نے اس معاشقہ پر چٹکی لیتے ہوئے بجا ہی کہا ہے کہ ہمیں بات بات پر کرپشن کا طعنہ دینے والے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ غریبوں کی امدادی رقم کے بل بوتے پر عاشقی منائی جا رہی ہے۔ عورتوں کی ہمدرد گرل فرینڈ کو غیر قانونی ترقی دے کر اس کی تنخواہ ۱۳۳۰۰۰ امریکی ڈالر سے بڑھا کر ۱۹۳۰۰۰ امریکی ڈالر کر دی ہے۔ اسی طرح کی دوسری مسلم خاتون امریکہ کی محکمہ خارجہ میں شیریں طاہر خلیل ہیں۔ امریکی محکمہ خارجہ میں جنوبی ایشیاء کے معاملات کی ذمہ دار ہیں۔ ان کی بھی یہی خصوصیات ہیں۔ گزشتہ ماہ ہندوستان آمد پر ایک اخبار کو انٹرویو دیا اور دل کھول کر بالکل صاف صاف عراق پر امریکی حملہ کی حمایت کی کہ اس سے جمہوریت کو فروغ حاصل ہوگا۔ ہالینڈ میں پرس علی افریقہ نژاد خاتون کو سارے مغربی میڈیا نے خوب سر پر چڑھا کر رکھا۔ کیوں کہ وہ قرآن اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب تنقیدیں کرتی تھی۔ سیاسی طور پر دیکھیں تو ہر ملک کے انتہائی کرپٹ حکمرانوں کو انھیں دو اصلاح پسندوں کے در پر جائے اماں ملتی ہے۔ تمام مسلم دنیا کے کرپٹ حکمران اور سیاست دان یہیں پناہ گزین ہیں۔ سلمان رشدی اور فتنۂ امامت خواتین کی بانی اسریٰ نعمانی اور مغرب کے ایجنٹ لندن سے ہی کاروبار قتل وخون چلا رہے ہیں۔ ایک طرف تو یہ مغربی شاطر مسلم دنیا کی غریبی اور ابتر حالت پر گھڑیالی آنسو بہاتے ہیں۔ دوسری طرف جو لٹیرے اس ابتر صورت حال کے لیے ذمہ دار ہیں، انھیں اپنے گھروں میں امان دیتے ہیں۔ ان کی لوٹی ہوئی دولت کو اپنے یہاں بینکوں میں جمع کر کے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ صومالیہ کی مثال بالکل تازہ ہے۔ جہاں پڑوسی عیسائی ملک کی فوج کو اپنے ایمان فروش ایجنٹوں کے ساتھ صومالیہ پر قبضہ کرا دیا اور وہاں کشت وخون جاری ہے۔ مغرب کا اسلحہ بھی فروخت ہو رہا ہے اور مسلمان آپسی انتشار میں بھی مبتلا ہو رہا ہے۔

یہاں پر غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ حقوقِ نسواں، ڈیموکریسی، ورلڈ بینک ان سب کا آپس میں رشتہ کیا ہے؟ ایک کٹر یہودی کی صدارت میں ورلڈ بینک افریقی ممالک کی معاشی مدد کن شرطوں پر اور کیوں کر رہا ہے؟ مغرب نواز کردوں کے ذریعے ترکی اور ایران میں کون بم دھماکہ کرا رہا ہے؟ لبنان کی حکومت کو فتح کے مسلح گروپ پر لبنان میں فوج کشی کے لیے

امریکی ۳۰۰ ملین ڈالر کے ہتھیار کون دے رہا ہے؟ عراق میں کرد امریکی مفادات کا تحفظ کیسے کر رہے ہیں؟

اس پلاننگ کا ایک اہم پہلو عقیدہ کو مضمحل کرنا ہے اور اس کے لیے فری میسن طرز کے ہتھکنڈے ابھی بھی اپنائے گئے ہیں۔ مسلم ممالک میں ان کے قبل از اسلام ماضی کی تاریخ اور تہذیب کو آرٹ اور Ethnicity کے نام پر بڑھایا جا رہا ہے۔ افریقی ممالک 'مصر' انڈونیشیا ہر جگہ قدیم کی طرف رجوع کے نام پر غیر اسلامی تہذیب کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ ۱۸ رمئی کے اخبارات میں سینگال کے تعلق سے رائٹر کی یہ خبر میرے مدعا کو بہتر طور پر سمجھا سکتی ہے ''مریدی فرقہ ۱۸۸۷ء میں فرانسیسی غلامی کے زمانہ میں فاتح ہوا تھا، یہ فرانسیسیوں کے خلاف بغاوت اور کلچرل پروجیکٹ تھا، جس میں اسلامی اور مقامی روایات کو یکجا کیا گیا تھا۔ مریدیوں نے کہا: اگر ہم اپنی مساجد بنانے کے لیے سعودیوں سے پیسہ لے لیتے تو پھر ہمیں انھیں کے طریقہ سے عبادت کرنی پڑتی۔ مغربی افریقہ میں سعودی مدد سے مسجدیں بنی ہیں، جس سے وہاں وہابی نظریات کو فروغ ہوسکتا ہے، جبکہ مریدی رواداری کی تعلیم دیتے ہیں۔ مرید یہ اپنی آزادی اور مذہبی تسکین کو بہت اہمیت دیتے ہیں، مگر دیگر مسلم ممالک کی طرح ان کی عورتیں برقعہ پوش نہیں ہوتی ہیں۔ آزادی سے گھومتی ہیں، اس طریقہ کی ایک شاخ تو ایسی ہے جس میں نماز روزہ کی پابندی نہیں ہے، بلکہ شراب پینے اور دیگر نشہ کو بھی منع نہیں کیا جاتا۔ اسے بائی فال کہا جاتا ہے۔ اس گروپ کے شیخ تیدین سامب نے کہا: اسلام امن کا مذہب ہے، یہ ہمیں لوگوں کو کلاشنکوف سے مارنا نہیں سکھاتا۔ یہ لوگ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حج کے لیے مکہ جانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ ''وتوبا'' (بانی فرقہ مریدیہ کی جائے پیدائش) آکر اتنا ہی ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ نیویارک میں یہ بڑی تعداد میں رہتے ہیں اور ''لٹل سینگال'' نام کی برادری قائم کر رکھی ہے۔ (''ہندوستان ایکسپریس''۔ ۱۸ رمئی ۲۰۰۷ء)

خط کشیدہ جملوں پر غور فرمائیں کہ ''رائٹر'' (ایک جرمن یہودی کی ایجنسی) کس قسم کی خصوصیات مسلمانوں میں پروان چڑھانا چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ پچھلے پندرہ دنوں (مئی ۲۰۰۷ء کے پہلے پندرہ دن میں) بوسنیا سے خبر آئی کہ وہاں کے مقامی یورپین مسلمانوں نے باہر سے آئے مجاہدین سے نفرت کرنا شروع کر دی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ سخت قسم کے مسلمان ہیں اور بوسنیائی مسلمان آزادی، شراب نوشی، سور کا گوشت خوری اور آزادانہ جنسی اختلاط اور نائٹ کلب کی زندگی کے عادی ہیں۔ اسی طرح کی خبریں تواتر اور تسلسل کے ساتھ پورے میڈیا اور ہندی، انگلش سب میں یکساں الفاظ میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ انڈونیشیا اور وسطی ایشیا کے بارے میں بھی ہمیں یہاں کی ایجنسیاں بتاتی رہتی ہیں کہ وہاں ''صوفی اسلام'' اشاعت پذیر ہے اور ''سخت گیر''، ''کٹر'' اور ''وہابی مسلمان'' کم ہو رہے ہیں۔ ان تمام رپورٹوں میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ وہ آزادی پسند، حرام وحلال سے بے پروا اور جوا کے عادی ہوتے ہیں اور ایسے ہی مسلمان اچھے اور روادار کہلاتے ہیں اور اسی طرح کے مسلمان کو اسلامی دنیا میں فروغ دینا ہے۔

اسی لیے حماس کے مقابلہ میں الفتح کی حمایت کی جا رہی ہے۔ بے نظیر بھٹو اور مشرف سے امریکہ ماتحتی میں سمجھوتہ کرایا جا رہا ہے، ترکی میں مظاہرہ کرا کر اسلام پسند سیاست دانوں کو دباؤ میں لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک جانب تو مسلمانوں اور عالم اسلام کے حکمرانوں میں مذہب سے دوری پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش دن رات جاری ہے، دوسری طرف

تمام مغربی اور مشرقی ممالک کے معاشرہ اور ان کے حکمران زیادہ سے زیادہ اپنے مذاہب سے وابستہ ہو رہے ہیں، وہاں کٹر مذہبی گروہ حکومتوں پر حاوی ہو رہے ہیں۔ نام نہاد دہشت گردی اور ''اسلامی انتہا پسندی'' کے خلاف جنگ میں آ گئے۔ تمام ممالک میں اس وقت مذہبی، نسلی، انتہا پسند براہِ راست یا بالواسطہ اقتدار میں ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، اسرائیل، جرمنی ہر جگہ انتہائی کٹر عیسائی و یہودی ذہن کے حکمران اور نوکر شاہی حکومت کر رہی ہے۔ قارئین بش اور بلیئر کے ان صلیبی اعلانوں کو بھولے نہیں ہوں گے کہ ''عراق کے خلاف جنگ خدائی حکم ہے'' یا یہ کہ ''میں خدائی مرضی پوری کر رہا ہوں۔''

اس کے علاوہ آپ بش کے بڑے بڑے فیصلے دیکھیں۔ کلوننگ، اسقاطِ حمل، Stem Cell پر تحقیق سب مسئلوں میں بش نے عیسائی مذہبی پیشواؤں کے خیالات کی تائید کی ہے۔ بلیئر بھی اپنے یہاں قدامت پسند عیسائی روایات کو قدیم کی طرف رجوع (Return to Basics) کے نام پر آگے بڑھا رہے ہیں۔ یہی حال جرمنی، اٹلی، فرانس، ہالینڈ ہر جگہ ہے۔ یا تو مذہبی انتہا پسند حکومت کر رہے ہیں یا جنونی وطن پرستی کو فروغ دیا جا رہا ہے یا بالکل ہی جانور بنانے کی تہذیب کو فروغ دیا جا رہا ہے؟ جن باتوں یعنی قدامت پرستی، بنیاد پرستی، عدم رواداری وغیرہ پر عالم اسلام کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، وہی تمام خصوصیات یورپ، امریکہ اور دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ لڑنے والے ہر ملک میں بڑھائی جا رہی ہے۔ یعنی جو اوروں کے لیے برا ہے، ان ٹھیکیداروں کے لیے اچھا ہے۔

عالم اسلام کی انسانی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ تارِ عنکبوت کو تار تار کر دے اور تمام دنیا کے سامنے انصاف، عدل، امن، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مقاصد کو حاصل کرنے والے نظام کی طرف متوجہ کرائے، اللہ کا دیا ہوا نظام ہی دنیا کے مسائل کو حل کر کے اسے جنت بنا سکتا ہے۔ ماحولیاتی آلودگی، ہتھیاروں کی اندھا دھند تجارت، صارف کلچر، سرمایہ کی لوٹ، اخلاقی قدروں کی پامالی، نشہ کی بڑھتی ہوئی لت، جانوروں کی حد تک گری ہوئی جنسی حرکات جیسی لعنتوں سے تمام عالم پریشان ہے اور دنیا کے نام نہاد غنڈہ ٹھیکیدار اپنے مذموم مقاصد کے تحت تریاق کو زہر بنا کر پیش کرنے کی مہم میں آگے ہیں۔ کیوں کہ اس سے ان کی لوٹ کھسوٹ، ظلم اور اجارہ داری کے تباہ ہونے کا خطرہ ہے۔ اس وقت دنیا میں تمام منفی پروپیگنڈا اور گھناؤنی سازشوں، فریب کارانہ بم دھماکوں اور ان کاؤنٹروں، بی بی سی اور ''دیش بھگت'' میڈیا کی دن رات کی زہر افشانیوں کے باوجود اسلامی تعلیمات کا سورج اپنی روشنی بکھیر رہا ہے، اسلام دلیل کے میدان اور پر امن طریقہ سے بات منوانے کے میدان میں کبھی کمزور نہیں رہا ہے اور نہ رہے گا۔ کیوں کہ یہ اللہ علیم وخبیر کا پیغام ہے۔ اسلام آخرت میں جنت کے حصول کا ذریعہ تو ہے ہی' ساتھ دنیا کو بھی جنت بنانے کا کام یہ اپنے پیرووں کو دیتا ہے۔

امتِ مسلمہ کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کستوری ہرن کی طرح اپنی مشک کو اپنے اندر ڈھونڈنے کے بجائے ستارۂ صلیب، ہاتھ ہتھوڑا، ہنسیا، ہاتھی، سائیکل میں ڈھونڈ رہا ہے۔ جب کہ وہ جس روشنی اور ہدایت کا امین ہے' وہ ان سب کے لیے ہدایت کا موجب ہے، دنیا کے لیے امن، انصاف اور حقیقی مسرت کا پیغام ہے، اس پیغام امن وفلاح کی بے کم وکاست تبلیغ وترویج ہی امتِ مسلمہ کے لیے دنیا افتخار اور نصرت خداوندی کا ذریعہ بن سکتی ہے، باقی تمام راستے غلامی، بے بسی اور ذلت کے ہی ہیں۔

توہین رسالت کی ایک اور ناپاک جسارت

سید محمد معاویہ بخاری

کفر بپھرا پڑا ہے اور ہر محاذ پر حملہ آور ہے۔ مسلمانانِ عالم ابتلاء و آزمائش کے تکلیف دہ مرحلوں سے دوچار ہیں۔ ایک طرف خون ناحق بہہ رہا ہے تو دوسری طرف دین اسلام کے بنیادی عقائد، شعائرِ دینیہ اور مقدس شخصیات بالخصوص سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات یہود و نصاریٰ کی توہین و تضحیک آمیز مہم کی زد میں ہیں۔ اہل اسلام کے خلاف جاری اس فکری، نظریاتی اور حربی جنگ میں امریکہ، برطانیہ کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ دنیا کی کوئی اسلامی مملکت بھی ان کی یلغار سے خالی نہیں۔ چند روز پہلے امریکی ٹیلی ویژن ''سی این این'' اور برطانوی ٹی وی ''بی بی سی'' پر ایک ایسی اندوہناک خبر سننے کو ملی ہے جس نے عالم اسلام کے غیور مسلمانوں کو ایک بار پھر شدید رنج و غم سے دوچار کر دیا ہے۔ ''مورلن گبون'' (Morlin Gibbone) نامی ایک بدبخت برطانوی خاتون نے جو ''سوڈان'' میں قائم برطانوی مشنری سکول میں بطور استاد تعینات ہے، توہین رسالت کی مرتکب ہوئی ہے۔ ۲۷ر نومبر کو ملنے والی اطلاعات کے مطابق ''مورلن گبون'' نے طلباء سے ''ٹیڈی بیئر'' (ریچھ کے بچے) کا نام رکھنے کی فرمائش کی اور پھر معاذ اللہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کا اسم گرامی منسوب کرنے کی جسارت کی۔ واضح رہے کہ اس مشنری سکول میں دیگر اسلامی ممالک کی طرح مسلم طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے جنھوں نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنے والدین سے کیا جن کے شدید احتجاج پر توہین رسالت کے شرمناک واقعہ کی تفصیلات حکومت سوڈان تک پہنچائی گئیں اور حکومت سوڈان نے فوری طور پر اس ملعون استانی کو گرفتار کیا اور اس کے خلاف قوانین کے مطابق توہین رسالت کا مقدمہ درج کر لیا گیا۔ امریکی و مغربی ذرائع ابلاغ اس گستاخ رسول کی گرفتاری پر جو مذموم تبصرے اور تجزیے پیش کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ اسلام دشمنی کا کھلا تاثر پیش کرتے ہیں۔ برطانوی اخبارات ''مورلن گبون'' کی بڑی بڑی تصاویر کے ساتھ معاملہ کو اچھال رہے ہیں۔

معروف برطانوی اخبار ''The Sun'' میں

It`s a terrible mistake.

She is 100% Innocent.

School Boss Defends Teacher Fucing Lash

کے عنوان سے پورے صفحہ کا مضمون اس کی حمایت میں وصفائی میں شائع کیا گیا ہے'' گبون'' کے حامیوں کا کہنا ہے کہ وہ ایک سیدھی سادی استاد ہے جو بچوں کو بڑی توجہ سے پڑھانے کا فریضہ سرانجام دیتی رہی ہے اس کے بارے میں آج تک اسلام یا مسلمانوں کے خلاف اس قسم کا متعصب رویہ اختیار کرنے کی کوئی شکایت نہیں ملی۔ یہ واقعہ یقیناً مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہوگا لیکن ''مورلن گبون'' اس میں سو فیصد بے گناہ ہے، اس نے شاید سوال و جواب کے دوران مذاق میں کوئی ایسا جملہ کہہ دیا ہوگا ورنہ دانستہ طور پر توہین رسالت کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ یہ ایک تکلیف دہ غلطی ہے۔ تاہم خاتون استاد سو فیصد بے قصور ہے، یاد رہے کہ سوڈانی قانون کے مطابق توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرم میں کم از کم 40 سال قید یا سزائے موت ہو سکتی ہے۔ سوڈان میں اس وقت شدید عوامی مظاہرے جاری ہیں اور گستاخِ رسول کو سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے لیکن دوسری طرف امریکی و برطانوی حکومتیں سوڈان پر دباؤ ڈال رہی ہیں کہ وہ ''مورلن گبون'' کو معافی دے کر رہا کر دے تا کہ وہ اپنے وطن واپس لوٹ سکے۔ ''مورلن گبون'' کے ایک کالج فیلو ''رک وڈوسن'' (Rick Wodowson) کا کہنا ہے کہ ''مورلن'' کو اتنی بڑی سزا نہیں ملنی چاہئے وہ ایک اچھی خاتون اور تعلیم سے محبت کرنے والی استاد ہے اگر ایسا کوئی واقعہ ہوا بھی ہے تو اس پر شدید ردعمل نہیں ہونا چاہئے ایک اور برطانوی اخبار نے ''مورلن گبون'' کی تصویر کے ساتھ پورے صفحہ پر اس عنوان سے مضمون شائع کیا ہے۔ Teddy Bear Teacher Faces Lashes for Insulting Islam. مضمون نگار نے ''مورلن گبون'' کو بے گناہ ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسے انتہا پسندانہ رویوں کی وجہ سے ہی اہل مغرب کو مسلمانوں سے شکایات ہیں۔ ''مورلن گبون'' نے دانستہ کسی کا مذاق نہیں اڑایا نہ کسی کی توہین کی۔ اس نے از راہ مذاق بچوں کے سامنے ٹیڈی بیئر کا نام رکھا تھا۔ ورنہ اس کی کوئی غلط سوچ نہیں تھی۔ ادھر سوڈان میں ایک طالب علم رہنما ابوبکر عبداللہ نے احتجاجی مظاہرہ سے خطاب کرتے ہوئے اس واقعہ کو مغرب کی واضح اسلام دشمنی کا نمونہ قرار دیا۔ ابوبکر عبداللہ نے مزید کہا کہ سوڈان کے خلاف ڈارفر کے علاقہ میں امریکی و برطانوی سرپرستی میں ہونے والی عیسائیوں کی شرانگیزی اور پھر اس پر عالمی قوتوں کا سوڈان پر دباؤ یہ سب معاملات اسلام اہل اسلام اور اسلامی ممالک کے خلاف کھلی جنگ ہیں۔ ابوکر عبداللہ نے حکومت سوڈان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ توہین رسالت کی مرتکب عیسائی ٹیچر ''مورلن گبون'' کو قانون کے مطابق سخت سے سخت سزا دے اور اس حوالہ سے کسی قسم کے عالمی دباؤ کو خاطر میں نہ لایا جائے۔

یہ عجیب بات ہے کہ توہین رسالت کے تمام واقعات میں ملوث افراد کو امریکہ اور برطانیہ سمیت دیگر یورپی ممالک کی مکمل حمایت حاصل ہو جاتی ہے حالانکہ وہ ایک ایسی شخصیت کے خلاف ہرزہ سرائی یا کسی دوسرے عمل سے توہین کے مرتکب ہوتے ہیں جو پونے دو ارب مسلمانوں کے نزدیک کائنات کی سب سے محترم و مکرم شخصیت ہیں۔ بھارتی نژاد سلمان رشدی، بنگلہ دیشی تسلیمہ نسرین، ہالینڈ کے وان گوغ، صومالیہ کی آیان ہرشی علی، ڈنمارک اور سویڈن کے جیلنڈز

پوسٹن کے کارٹونسٹوں، جرمن پروفیسر کے علاوہ امریکہ میں خاتون امام مسجد بننے والی امینہ وُدودسمیت دیگر کئی ابلیس فطرت لوگوں کو توہین رسالت کا مرتکب ہونے پر سرکاری پروٹوکول اور تحفظات مہیا کئے گئے ہیں۔ جو بجائے خود اسلام اور مسلمان دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہیں، اہل اسلام کی بدبختی یہ ہے کہ وہ ایسے حاکموں کے زیرنگیں ہیں جو اپنی تمام تر وفاداریاں اہل کفر کو سونپ چکے ہیں اور اب ایک طرح سے ان کے آلۂ کار بنے مسلمانوں پر مظالم ڈھانے میں برابر کے شریک ہیں۔

اس قسم کے واقعات پر جب دینی غیرت وحمیت سے سرشار مسلمان احتجاج کرتے ہیں تو انہیں لاٹھی گولی سے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اور بعض کو انتہا پسندی، دہشت گردی اور عسکریت پسندی کے الزامات کے تحت ذلیل ورسوا کر کے معاشرے میں اچھوت بنانے کے ساتھ ساتھ انہیں پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے لیکن کسی اسلامی مملکت کی جانب سے ان دریدہ دہنوں کے خلاف عالمی برادری سے حکومتی سطح پر کوئی احتجاج یا سدباب کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ یہ ایک ایسی افسوسناک صورتحال ہے جس کا خاتمہ صرف اجتماعی جدوجہد سے ہی کیا جاسکتا ہے بصورت دیگر اہل کفر کی دست درازیوں اور دریدہ دہنی میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے اسباق بھی اسلامی مملکتوں میں اسی لئے پڑھائے جارہے ہیں تاکہ مسلمان اس ذات والاصفات کی توہین پر کوئی ردعمل ظاہر نہ کرسکیں اور ایمان وعقائد کش اس مکروہ ترغیب کے ذریعہ امت مسلمہ کو مطلقاً بے غیرت بنادیا جائے۔

اہل پاکستان کو برطانوی مشنری سکول کی ملعون استاد کی جسارت کے خلاف بھرپور احتجاج کر کے غیرت مند سوڈانی عوام کا ساتھ دینا چاہئے اور برطانوی حکومت پر بھی واضح کرنا چاہئے کہ اس قسم کے واقعات مسلمان کسی طور برداشت نہیں کرسکتے۔

ادھر ۳۰ رنومبر کو وائس آف امریکہ کی خبروں میں بتایا گیا ہے کہ بنگلہ دیشی نژاد مصنفہ ''تسلیمہ نسرین'' جو پچھلے دنوں بھارت کے شہر کولکتہ میں مقیم تھی اس کے خلاف مسلمانوں نے شدید احتجاج کرتے ہوئے بھارتی حکومت سے مطالبہ کیا کہ تسلیمہ نسرین توہین رسالت اور توہین اسلام کی مرتکب ایک مجرم عورت ہے لہٰذا اسے مسلمانوں کے مطالبہ پر بھارت سے نکالا جائے۔ یاد رہے کہ تسلیمہ نسرین بنگلہ دیش میں اپنے خلاف مظاہروں اور پھر قتل کی دھمکیاں ملنے کے بعد بھارت منتقل ہوگئی تھی۔ اور بھارتی حکومت نے اسے عارضی پناہ دینے کی منظوری دے دی تھی۔ جس پر مسلمانوں نے بھرپور احتجاج کیا تھا۔ اور یہاں بھی اسے جان سے ماردینے کی دھمکیاں مل رہی تھیں۔ رپورٹ کے مطابق ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بھارتی حکومت نے تسلیمہ نسرین کو اپنی کتاب سے وہ تمام قابل اعتراض مواد نکالنے کے لئے کہا تھا جس پر مسلمان شدید اعتراض کررہے ہیں۔ چنانچہ ۳۰ تاریخ کو اسی دباؤ کے تحت تسلیمہ نسرین نے دہلی میں اعلان کیا کہ میں نے اپنے پبلشر سے کہہ دیا ہے کہ وہ قابل اعتراض مواد کو میری کتاب سے حذف کردے اور مارکیٹ میں موجود کتاب کے تمام نسخے واپس منگوا کر نئی ترمیم شدہ ترتیب کے مطابق شائع کرے۔ تسلیمہ نسرین کا کہنا ہے کہ مجھے نہ چاہتے ہوئے یہ تکلیف دہ

فیصلہ اس ملک میں کرنا پڑ رہا ہے جو دنیا بھر میں سیکولر ازم کا علم بردار مانا جاتا ہے۔ اس حوالہ سے یکم دسمبر کے اخبارات میں بھی خبریں شائع ہوئی ہیں۔ ایک خبر ملاحظہ ہو۔

لندن (بی بی سی ڈاٹ کام) ملعون مصنفہ ''تسلیمہ نسرین'' نے کہا ہے کہ وہ اپنی کتاب ''دوی کھنڈتا'' سے متنازعہ اقتباسات واپس لے رہی ہیں۔ اور انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ اس فیصلے کے بعد کوئی تنازعہ نہیں رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ امید ہے کہ اس کے بعد امن وسکون سے رہ سکوں گی۔ بنگلہ دیشی متنازعہ مصنفہ ''تسلیمہ نسرین'' کی طرف سے جاری ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ 'اپنی کتاب دوی کھنڈتا سے میں متنازعہ سطریں ہٹا رہی ہوں' ۲۰۰۰ء میں میں نے یہ کتاب بنگلہ دیش کے اس پس منظر میں لکھی تھی جب فوج نے سیکولر ازم کو ختم کر دیا تھا، کتاب سیکولر اقدار کی پاسبانی کرنے والوں کی حمایت میں تھی اور اس سے میرا مقصد کسی کے جذبات کو مجروح کرنا نہیں تھا' تسلیمہ نسرین نے کہا اب ہندوستان میں چونکہ بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اس سے ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اس لئے میں کتاب کی کچھ سطریں حذف کر رہی ہوں، تسلیمہ نسرین نے کہا کہ کتاب کے ناشر، ''پیپلز بک سوسائٹی'' کو بتا دیا گیا ہے کہ موجودہ ایڈیشن روک لیا جائے اور 'نیا ایڈیشن بغیر متنازعہ لائنز کے شائع کیا جائے' ہندوستان میں مسلم دانشوروں اور تنظیموں نے تسلیمہ نسرین کے بیان کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا کہ اب اس مسئلے کو یہیں ختم کر دینا چاہیے۔ جمعیت علماء ہند کے جنرل سیکرٹری مولانا محمود مدنی نے بی بی سی کو بتایا کہ ''چونکہ انہوں نے وہ باتیں ہٹا دی ہیں اس لئے اب بہتر یہی ہے کہ اس تنازعہ کو یہیں پوری طرح بند کر دیا جائے۔''

(مطبوعہ: نوائے وقت یکم دسمبر ۲۰۰۷ء)

☆☆☆

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان
31 جنوری 2008ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

ایک دھکے کی ضرورت

سیف اللہ خالد

شہر بھر میں بینر لگے ہیں کہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے فون سننا جرم ہے۔ پانچ سو روپے جرمانے کا ڈراوا بھی ہے مگر جب جیب میں مسلسل گھنٹی بجنے لگے تو ہاتھ اضطراری طور پر جیب میں جاتا ہے اور جرمانہ وغیرہ یاد نہیں رہتا۔ ایک اخبار نویس ویسے ہی خود کو ان جرمانوں اور سزاؤں سے ماورا سمجھتا ہے۔ گو کہ گزشتہ ڈیڑھ ماہ میں اس کی جوتھ کائی مختلف شہروں میں ہو چکی ہے' اسے اس سے سبق سیکھنا چاہیے مگر برسوں کی پختہ عادتیں اتنی جلدی کہاں جاتی ہیں۔ لاہور کے فیروز پور روڈ پر موٹر سائیکل چلاتے ہوئے گھنٹی کی آواز پر فون کان سے لگایا تو کراچی سے ایک مخلص دوست تھے، بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ شور کی آواز سن کر تیزی سے بولے: ''اچھا بعد میں بات کرتا ہوں۔''

کوئی ایک گھنٹہ بعد دفتر میں ان کی کال آئی تو معمول سے ہٹ کر میرے بجائے ٹیلی فون کا حال احوال پوچھنے لگے اور معذرت کی کہ ''یار سوری مجھے اس وقت فون نہیں کرنا چاہیے تھا'' مگر کیوں؟ اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟ تو فرمانے لگے ''کیا کہہ رہے ہو، کراچی میں تو ایسا سوچنا بھی حماقت سمجھا جاتا ہے، فون سننا اتنا اہم کہاں سے ہو گیا کہ بندہ جان پر کھیل جائے۔ میری مانو تو سفر میں سائلنٹ یا بند رکھا کرو'' مگر کیوں؟ ''جان کا خطرہ ہے''۔ بات تھوڑی دیر میں سمجھ آئی کہ کراچی کے دوست کس عذاب میں زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر دوستوں کا کہنا تھا کہ نہیں یار اب عادی ہو گئے ہیں۔ حیرت تو اس وقت ہوئی جب تم لاہور میں سڑک پر چلتے ہوئے اشارے پر رکے ہوئے بھی فون سن لیتے ہو۔ کراچی میں تو ایسا ممکن ہی نہیں۔ فون کے ساتھ جان بھی جاتی ہے۔

مجھے عید سے قبل کا ایک مکالمہ یاد آ گیا۔ خوشگوار موڈ میں پروفیشنل ڈسکشن چل رہی تھی۔ جب جناب ایڈیٹر نے سوال اٹھایا کہ الیکشن کی آمد آمد ہے۔ لاہور میں گاڑی چوری کی وارداتوں میں کتنا اضافہ ہوا؟ جواب تھا کہ جناب ایسا کچھ نہیں ہوا۔ ماضی میں بھی کبھی نہیں ہوا۔ حیرت سے گویا ہوئے: اچھا بھئی اِدھر تو ہوتا ہے۔ چلیں۔ بکرا منڈی کے ایشو پر کچھ لکھیں تو بکرا چوری، بھتہ خوری وغیرہ پر نظر ڈال لیجیے گا۔ عرض کیا کہ یہ لاہور ہے، یہاں قربانی کے بکرے چوری نہیں ہوتے اور نہ ہی بھتہ وغیرہ لیا جاتا ہے۔ بلکہ اس برس تو ضلعی حکومت نے قربانی کے جانوروں پر ٹیکس بھی معاف کر دیا ہے۔ پھر انھیں حیرت ہوئی کہ واقعی؟ بولے اچھا چلو قربانی کی کھالوں کے لیے مخاصمت پر نظر رکھیں۔ عوام کی آگاہی کے لیے رپورٹ بنالی جائے۔ اس پر بھی وہی جواب دینا پڑا کہ جناب یہاں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ لوگ اپنی مرضی سے کھال دیتے ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہوتا ہے کہ کھالیں اکٹھی کرنے کے بعد پریس ریلیزیں دوڑتی ہیں اور دعوے ہانکے جاتے ہیں: ''ہم نے سب سے زیادہ کھالیں

اکٹھی کیں''۔ دوسرا کہتا ہے نہیں ہم نے کیں۔ بلکہ اب تو یہ کھیل بھی نہیں رہا کہ ایک پہنچے ہوئے حضرت کے متعلقین پورے ملک میں قربان ہونے والے جانوروں کا حساب لگا کر اسے ۱۰ سے ضرب دیتے ہیں پھر بھی تسلی نہ ہو تو ایک دو صفر بڑھا کر اعلان کر دیتے ہیں۔ اتنے لوگوں نے ہمیں کھالیں دیں۔ اب بولے کوئی؟ اس سے بڑھے گا تو خود ہی شرمسار ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ دوڑ بھی ختم ہو چکی۔ اس پر ایک میٹھے قہقہے کے ساتھ جواب آیا: ''آپ لوگ بور نہیں ہو جاتے اس ماحول سے۔ جہاں کچھ ہوتا ہی نہیں، بکروں پر ٹیکس تک نہیں لگتا، کھالیں بھی نہیں چھینی جاتیں۔ کیا بے رونق زندگی ہے۔ آپ لوگوں کی ''مذاق'' میں کہے گئے ان جملوں میں چھپی ان کی حسرت کو محسوس ہی کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا جوابی خوشگوار قہقہے سے بات ختم کر دی۔''

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی اتنا ہی فرق ہے لاہور اور کراچی میں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ واقعی اتنا ہی فرق ہے۔ اہل لاہور کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ کراچی اس قدر پریشان ہے۔ مگر گزشتہ برس انھوں نے اسٹریٹ کرائم کی ایک جھلک دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ اہل کراچی کس عذاب میں ہیں۔ جب ایک سیاسی شخصیت نے لاہور میں قدم رکھے تو اسٹریٹ کرائم یوں بڑھا جیسے ریموٹ سے ٹی وی کا والیم بڑھا دیا جاتا ہے۔ مگر خیر رہی کہ ایک طرف حکومت متحرک ہوئی، دوسری طرف عوامی ردّ عمل نے اس مکروہ جرم کو محدود کر دیا اور ثابت ہو گیا کہ جب عوام مجرموں سے سختی سے نمٹنے لگیں تو حالات جلد ہی کنٹرول میں آ جایا کرتے ہیں۔

مگر مسئلہ یہ ہے کہ کراچی میں اکثریت پڑھے لکھے باشعور بلکہ مہذب لوگوں کی ہے۔ ان کو جرم سے ڈرانا بھی آسان ہے۔ لہٰذا مجرموں نے اپنے قدم جما لیے۔ لاہور میں انھیں مختلف ماحول ملا کہ خواتین تک نے انھیں بھرے بازاروں میں پکڑ کر جوتے مارے جس سے بے چاروں کا حال برا ہو گیا۔ سو یوں لاہور چوہوں کے اس مرض سے محفوظ رہا۔ اسٹریٹ کرائم چوہوں کا مرض ہی تو ہے، اور کیا۔

عید سے ایک روز قبل تقریباً ایک بجے کے قریب اقبال ٹاؤن میں عارضی بکرا منڈی میں سکون سے سوئے جانوروں اور ان کے پاس چارپائیوں پر اور بعض جگہ زمین پر لحاف اوڑھ کر محض دو نہتے چوکیداروں کے بھروسے پر یا رب کے آسرے پر آرام سے سوئے بیوپاریوں کو دیکھ کر کراچی بہت یاد آیا۔ میرے دیس کی اقتصادی شہ رگ، میرے وجود کا سب سے قیمتی حصہ۔ نیچے بیوپاری سو رہے تھے اور اوپر کھمبے سے ایک خاتون امیدوار کا انتخابی بینر لگا تھا جس پر کراچی کی ایک معروف سیاسی شخصیت کی لاہور آمد کی نوید تھی۔ بے ساختہ ذہن میں سوچ کی ایک لہر اٹھی۔ جو دعا بن گئی کہ یا اللہ! ان بیوپاریوں کو اسی طرح سکون کی نیند عطا فرما، ہمیں کسی سیاسی شناخت کے آنے جانے سے کوئی غرض نہیں مگر سیاسی آلائشوں سے ڈر لگتا ہے۔ وہ تھوڑا سا سکون جو دستیاب ہے اس کے چرائے جانے سے ڈر لگتا ہے۔

کراچی کے بھائیوں کی زندگی کا خوف، معاشرے کی بدامنی کا پیغام اہل لاہور نے محسوس کر لیا ہے۔ جس وائرس نے کراچی کے امن کو نگلا' اس کے لیے لاہور میں کوئی جگہ نہیں۔ بلکہ اب تو اہل کراچی سے بھی توقع ہے۔ ذرا ہمت کریں، گرتی ہوئی دیواروں کو محض ایک دھکے کی ضرورت ہے۔

اِحیائے ثقافتِ اسلامی کی تحریک

حافظ صفوان محمد چوہان
hafiz.safwan@gmail.com

دعوت وتبلیغ کا کام اپنے حقیقی معنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے شروع ہوتا ہے۔ جتنی انسانی آبادی اُن کی حیات تک موجود رہی وہ اُس سب کے باپ اور مربی تو تھے ہی، اُن کے نبی اور رسول بھی تھے۔ اپنی اولاد اور اپنی اِس امت کو خالقِ کائنات کا تعارف کرانا، اُس کی مرضیات پر چلنے یعنی اطاعت وعبادت پر آمادہ کرنا، زخارفِ دنیا میں الجھ کر راہ گم کر دینے کے بجائے آخرت کو مطمحِ نظر بنائے رکھنے پر لانا، وغیرہ، سب امور اُن کے فرائضِ منصبی تھے۔ اِن فرائض کو ایک نبی اور ایک باپ کی حیثیت سے ادا کرتے کرتے وہ اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔

اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے جن لوگوں کو نبوت اور رسالت جیسے عالی منصب کے لیے انتخاب کیا اُن کی زندگیوں میں یہ دونوں خصوصیات کچھ ایسی واضح اور توام نظر آتی ہیں کہ گویا اُن کی فطرتِ ثانی ہوں، یعنی باپ والی شفقت کے ساتھ امت کے مرد وزن کو اِطاعتِ خالق پر آمادہ کرنا۔ جتنے بھی نبی دنیا میں تشریف لائے وہ اللہ کی حدود کو پھلانگنے والے مجرموں اور اللہ کی اطاعت کے نشے میں مدہوش بندوں، دونوں طرح کے آدمیوں کے لیے یکساں محبت اور شفقت کا پرتو ہوتے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے آخری نبی بنا کر دنیا میں بھیجا اور اُن کی بعثت کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ قیامت تک کے لیے بند کر دیا۔ دنیا میں آنے والے پہلے نبی سے لے کر آخری نبی تک سب انبیاء ایک ہی مقصد لے کر آئے، یعنی مخلوق کو خالق سے جوڑنا۔ اِس مقصد کے پورا کرنے کے لیے نبی مخلوق میں سے کسی سے بھی کسی نفع کا طالب یا متمنی نہیں ہوتا بلکہ اپنی جان پر جھیل کر یہ کام کرتا ہے۔ ہر نبی نے دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ وہ اپنا اجر سوائے اللہ کے اور کسی نہیں چاہتا۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِین سب نبیوں کی اجتماعی آواز ہے جسے قرآنِ پاک نے محفوظ کیا ہے۔ یہ تبلیغِ دین کے کام کی اصالت کا معیار ہے۔ جس طرح کوئی باپ اپنی اولاد کے لیے نفع رسانی کی کوئی بھی کوشش کسی مالی یا دنیاوی منفعت کی حرص یا امید میں نہیں کرتا بلکہ خالصتاً باپ ہونے کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اور شفقتِ پدری کی وجہ سے کرتا ہے اُسی طرح نبی بھی ہر ہر امتی کو جنت کے دروازے پر لا کھڑا کرنے کے کام کی مشقت اپنی ذمہ داری اور امت کے لیے بے کراں، بے تعصب اور بے میل شفقت کی وجہ سے اُٹھاتا ہے۔ بندوں کا بندوں میں نبی سے زیادہ بے غرض پرسانِ حال کوئی نہیں ہوتا۔ کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ نبی اگر کسی امتی پر حد جاری کرتا ہے یا مثلاً کبھی تلوار اُٹھاتا ہے تو بھی اُس نیت سے جس سے ایک باپ اپنی اولاد کے جسم میں پیدا ہو جانے والے ناسور پر نشتر لگاتا ہے۔

یہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی شفقت اور محبت کا نتیجہ تھا اور اپنوں پرایوں ہر ایک کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں اور کامرانیوں کا حقدار بنانے پر مصر اور تُلا ہونا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبھی ساتھی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) آپ پر دل و جان سے فدا تھے اور ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں'' کے خیر مقدمی الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور تخاطب کرتے تھے۔ اِس شفقت اور محبت کا امت میں ظہور یوں ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی جان کو اپنے مسلمان بھائی کے مقابلے میں ہلکا جانتے تھے۔ دنیا کا فائدہ درپیش ہوتا تو خود کو پیچھے کر لیتے اور دین کے لیے مشقت کا کام سامنے آتا تو خود کو آگے کرتے۔ کہیں نام آوری یا ناموری کا موقع بنتا تو منہ پر کپڑا ڈال لیتے اور کہیں جان دینے کا موقع بنتا تو آگے آگے ہوتے۔ زندگی کی آخری سانس تک اور قبر کے گڑھے میں اُترتے تک اپنے بھائیوں پر ایثار کرتے۔ اُن میں کا دکاندار اپنے گاہک کو خود دوسرے دکاندار کی دکان پر بھیج دیتا تھا کہ اُس کی بھی بکری ہو جائے۔ یوں ایک ایسا ماحول وجود میں آ گیا تھا جس میں ہر ایک کا جان و مال محفوظ تھا۔ ہر ایک کا کاروبار ترقی بھی پا رہا تھا۔ کوئی شخص بے کار اور بے گھر نہ تھا۔ حتیٰ کہ زکوٰۃ کا مستحق کوئی نہ ملتا تھا۔ اور یہ دنیاوی آسائش و ترقی صرف آنکھ بند ہونے تک کے زمانے کے لیے نہیں تھی بلکہ اُخروی درجات کی ترقی کا ضمیمہ بھی تھی۔ یہ سب اِس لیے ہوا کہ ایمان سازی سے مملو افراد سازی کی ایک مسلسل محنت کی وجہ سے اِن لوگوں میں ایمان جیسی بے مثال قوت، اعمال جیسا کارگر ہتھیار اور حیا جیسا یکدانہ جوہر وجود میں آ چکا تھا۔

محبت، شفقت، اکرام اور رحم کاری کے یہ مظاہر مسلمانوں میں صرف اپنے دینی بھائیوں کے لیے مخصوص نہیں رہے تھے بلکہ تمام مخلوق اِن سے متنفع ہو رہی تھی اور غیر مسلموں سے معاملت حتیٰ کہ جانوروں سے سلوک تک میں یہ اثرات نفوذ کیے ہوئے تھے۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سالہا سالی اور بے وقوف مشقت مدینۂ منورہ اور تمام فرماں روا اسلام کے اندر اِس ماحول اور اِس ثقافت کو وجود میں لانے کا سبب بنی تھی جس میں تحفظِ مراتب یعنی بڑے چھوٹے کا لحاظ ملاحظہ، حقوقِ انسانی کی پاسداری اور تمام مخلوق سے اللہ کے حکم کے مطابق اور موافق سلوک کرنا ہی فخر و مباہات کا باعث تھا نہ کہ دنیا کی چیزوں اور عہدوں کا کسی کی ذات میں جمع ہو جانا یا کر لیا جانا۔

لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ سب برکات ضمناً حاصل ہوئی تھیں۔ روٹی، کپڑا، مکان، ملازمتوں، ترقیاتی منصوبوں اور بڑے منصوبوں (Mega Projects) کا اعلان کسی نبی نے نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی یہ اعلان نہیں کیا کہ مجھے لوگوں کی معاشی صورتِ حال یا معیارِ زندگی بہتر کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے یا میری بعثت کا مقصد امن و امان کی صورتِ حال کی بہترائی ہے۔ یہ تمام لذائذ جن کے حاصل کرنے کے لیے آج پوری دنیا میں دوڑ لگی ہوئی ہے اور جن کے حصول کے لیے سب سے زیادہ خرچ کیا جا رہا ہے، اللہ کا انعام ہیں۔ انعام صرف اُسے ملتا ہے جس سے انعام دینے والا راضی ہو۔ قرنِ اوّل کے مسلمانوں کو یہ انعامات اِس لیے ملے کہ وہ دین اور اشاعتِ دین کو اوڑھے ہوئے اور اپنی زندگیوں میں پہلے نمبر پر رکھے ہوئے تھے اور بقیہ ضروریات کو ثانوی درجہ دیتے تھے۔ آج مسلمان نے اپنی زندگی کی ترجیحات تلپٹ کر دی ہیں اور ثانوی درجہ والی چیزیں پہلے درجے پر لے آیا ہے۔ یوں اللہ ناراض ہو گیا ہے؛ اور وہ سب انعامات ملنا بند ہو گئے ہیں جو پہلے ملا کرتے تھے۔ دنیا میں امن و آشتی، راحت، شجاعت، غیرت، ایمان، حیا اور اِس قبیل کی ساری برکات کا اُترنا بند ہو گیا ہے۔ غیر مسلموں کو

تو امن و آشتی جیسی چیزیں ملی ہی مسلمانوں کی وجہ سے تھیں۔ جب خود اُن پر ہی یہ انعامات بند ہو گئے ہیں تو اُن کے طفیلیوں کو یہ کیسے ملیں؟

بحیثیتِ امت مسلمان آج اپنا مقصد بھول چکے ہیں۔ افسوس پر افسوس اِس بات کا ہے کہ امت یہ بھولنا بھی بھول چکی ہے۔ یوں منزل کھو بیٹھنے کے احساس سے تہی ایک انبوہِ مردوزن ہے جو بے مقصد سرگرداں ہے۔ ہر چمکتی چیز اور ہر نئی آواز کی طرف اندھا دھند لپک جانا اِن پر ختم ہے۔ ایک طرف سے دھتکار پڑتی ہے تو یہ دوسری طرف رخ کر لیتے ہیں۔ وہاں سے جوتا پڑتا ہے تو کسی تیسری طرف کو ہو لیتے ہیں۔ جب وہاں سے بھی نچوڑ لیے جاتے ہیں تو کسی چوتھی طرف ڈھئی دے دیتے ہیں۔ اور جب وہاں اچھی طرح اوقات خراب کرا چکتے ہیں تو اپنے ڈھیٹ پن کے ہاتھوں مجبور ہو کر پھر سے پہلی طرف ہی کو مڑ آتے ہیں کہ شاید ہماری کوئی ضرورت پیدا ہو گئی ہو۔ سجدہ گاہیں ختم ہو جاتی ہیں لیکن در در جبہہ سائی کے عادی اِن یاتریوں کی یاتایات ختم نہیں ہوتی۔ جس امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا چھوڑ کر گئے تھے، آج دنیا میں ہر سَمت اپنا قبلہ رکھتی ہے: کہیں منہ کر کے نیت باندھ کر مال مانگتی ہے، کہیں اسبابِ حفاظت اور صحت کے حصول کے لیے سجدہ ریز ہے، کہیں نظامِ تعلیم کی عطا کے لیے منزل انداز ہے، اور کہیں محض تعلقات اُستوار رکھنے کے لیے ناک سے لکیریں کھینچ رہی ہے۔ لامقصدیت امت کا سب سے بڑا بحران اور سانحہ ہے۔ اُن اسلاف کا جو دورانِ جنگ میں دشمن کی فوج کے سپہ سالار کو اپنی چھاؤنی میں لا کر طبی امداد دینے جیسی انسانیت کا مظاہرہ کر گئے ہیں، نام لیوا یہ مسلمان دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت کی وجہ سے چند ٹکوں کے عوض (بلکہ اکثر اپنے ہی وسائل سے) اپنے مسلمان بھائیوں کو ذبح کرا دینے اور مسلمان ممالک کا تیا پانچا کرا دینے کے ہیٹھے پن تک آ گیا ہے۔ امت کی ایسی مت ماری گئی ہے کہ یہ اپنے صیاد کو اپنا ہمدرد سمجھے ہوئے ہے۔ وہ اِسے مرغیوں کی طرح پالتا ہے، اور یہ یہ سمجھتی ہے کہ اُسے چوگا اپنے ذاتی فائدے کے لیے دیا جا رہا ہے۔ ملکوں ملکوں کشکول بجاتے پھرنے اور دنیا زادگی کی نحوست نے مسلمان سے اُس کی مسلمانیت کا جوہر اور پہچان چھین لی ہے:

مایا کے جادو نے گیان کے لکھشن بندھن توڑے
جوگی جی سے مالا چھوٹی، سادھو سے لنگوٹ

وحی و تنزیل کا سلسلہ بند ہونے کے بعد جوں جوں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے بُعد ہوتا گیا، بحیثیتِ امت اعمالِ دعوتِ دین کو مقصد کے درجے میں رکھ کر کرنے میں تدریجاً کمی ہوتی گئی۔ ہر دور میں دین کا فکر رکھنے والے اسلاف اِس انحطاط کو دور کرنے کی سعی فرماتے رہے ہیں۔ ماضیِ قریب یعنی تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں بھی کئی لوگوں اور جماعتوں نے امت کو مقصد پر لانے کی کوششیں کی ہیں۔ مدارس، مساجد، اشاعتِ کتب اور دورِ حاضر کے تمام آلاتِ نشر و اشاعت کو استعمال کرتے ہوئے دین کے پھیلانے کی فکر کرنا، راہ بھٹکی ہوئی امت کا غم کھانا اور اصلاحِ احوال کی فکر کرنا اللہ نے کئیوں کو نصیب کیا۔ کچھ راستہ چلنے کے بعد یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ ابطال اور انکار یا مناظرہ کی بجائے، یا اپنے ظن و تخمین یا اپنی خواہشات کو کسی من پسند یا مطلوب سانچے میں ڈھال کر اُس کا نام اشاعتِ دین رکھ دینے کی

بجائے، دین کو خالص شکل میں پیش کرنا اور اُس پر لوگوں کو چلنے پر آمادہ کرنا ہی اصل ہے کیونکہ دین صرف دین ہی کی محنت سے آئے گا؛ اور یہ کہ کسی بات کا صرف پہنچا دینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو اُس پر لے آنا زیادہ نفع مند ہوتا ہے۔ اِن غمخوار مصلحین کرام پر یہ بھی کھلا کہ لوگوں کو ایک طرزِ زندگی سے دوسرے طرزِ زندگی پر لے آنے میں اُن کے ماحول کا بدلنا، خواہ عارضی طور پر سہی، بنیادی شرط ہوتا ہے۔ آج جب کہ مشغولیت سب سے بڑا عذاب ہے اور وقت کسی کے پاس نہیں، اللہ نے امت پر رحم کیا اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ پر دین کے زندہ کرنے کی محنت اور امت کو مقصد پر لانے کا کام ایسے انداز میں کرنے کا ڈھنگ کھولا جو اپنی بُنت، ڈھب اور شباہت میں اصلِ اوّل سے قریب ترین بھی ہو اور امت کا بلا تخصیص ہر طبقہ انتہائی قلیل وقت میں دین کی مبادیات کا ضروری علم، تجربے کے ساتھ حاصل کر سکے۔ ماحول میں چونکہ دینداری بہت کم ہے اس لیے ایک آدمی محنت و ریاضت سے خواہ دین کے کیسے ہی بلند مقامات کو پا چکا ہو، کے لیے کچھ وقت کے بعد اپنے سب مشاغل کو ملتوی کر کے خالص دین کے ماحول میں کچھ وقت گزارنا ضروری ہو جاتا ہے۔ سلامتیِ قلب اور تطہیرِ فکر و نظر کا یہ مقصد جس کی ضرورت سے کوئی مسلمان بے نیاز نہیں رہ سکتا، پہلے خانقاہوں سے بتمام و کمال حاصل ہو جاتا تھا لیکن آج کی مصروف زندگی اور اِس پر مستزاد بے انتہا معاشی دباؤ کی وجہ سے کاروبارِ حیات کو تج کر دنیا سے یکسو ہو جانا اور ایک بڑی مدت تک کسی اللہ والے کی جوتیاں سیدھی کر کے دین والی زندگی کو سیکھنا امت کے بڑے طبقے کے لیے اب ممکن نہیں رہا۔ جب دین کی طلب اور اعمال کا ذوق و شوق ہی باقی نہ رہا ہو، اللہ کی جناب میں حضوری کا احساس ہی مر گیا یا کم سے کم مضمحل ہو گیا ہو، اور سنن و مستحبات تو الگ رہے، فرائض بھی بوجھ محسوس ہونے لگے ہوں تو خانقاہوں میں کون جائے؟ یہی وجہ ہوئی کہ آج کے مصروف زمانے میں تبلیغی جماعت کے عرف سے موسوم اِس چلتی پھرتی خانقاہ کو اللہ پاک نے قبولِ عام عطا فرمایا جس میں دین کے مبادیات ہی کا نہیں بلکہ جس میں ہزاروں لاکھوں مشغول افراد انفرادی و اجتماعی زندگی کے بے شمار پہلوؤں کے ضروری آداب اور اپنے دنیوی شغل کو دینی ترتیب پر چلانے کا ڈھنگ بھی بہت ہی کم وقت اور انتہائی کم خرچ میں ہاتھ کے ہاتھ سیکھ لیتے ہیں— بلکہ صرف سیکھ ہی نہیں لیتے بلکہ دوسروں کو یہ سب کچھ سکھانا بھی سیکھ لیتے ہے اور دوسروں کو یہ سب کچھ سکھانے والا بھی بنا دیتے ہیں۔

یہ بات عام ہے کہ امت کے لیے درد اور کڑھن کی جو کیفیت اللہ پاک نے مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو ودیعت کی تھی، اُس میں وہ اپنے سب معاصرین میں ممتاز تھے۔ امت کے مذہبی جذبات و میلانات اور سرمایۂ درد کو جس طرح شیطان کے حوالے کیا جا رہا تھا، اور صلاحیتوں اور مالی وسائل کو جس بے دردی سے بے جگہ اور عارضی (اور بیشتر دنیاوی) مقاصد کے حصول کے لیے جھونکا اور جھونکوایا جا رہا تھا، اللہ نے حضرت مولاناؒ پر اسے روشن کر دیا تھا۔ کہیں ابنائے زمانہ کی لپیٹ جھپیٹ میں آ کر دوسروں کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت برباد کرنے والے مسلمانوں اور کہیں دین فروش یا سادہ خیال اصحابِ کلاہ و دستار کے ہاتھوں لُٹنے پٹنے والے مسلمانوں کی حالتِ زار اور اِس کے نتیجے میں دنیا و آخرت کی بربادی کے اِس ادراک نے اُن کو وہ بے آرامی نصیب فرما دی تھی جو دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش دار اور راہ دان مقتداؤں کا جوہرِ اصلی رہی ہے— دین کے مٹنے کے غم کی شدت سے ہونے والی وہ بے آرامی جو نیندیں اُڑا دیا کرتی ہے۔ وہ یہ دعا کیا

کرتے تھے کہ اے اللہ وہ گناہ جس کی وجہ سے اِس امت کی قسمت ہی بدل گئی، وہ گناہ جس ہوا، جہاں ہوا، ہم اُس کی معافی مانگتے ہیں۔ یا اللہ یہ گناہ، یہ جرمِ عظیم معاف فرمادے۔

دعوتِ دین کی تجدید کا کام جو اللہ پاک نے مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے لیا اور جو اِس وقت بحمد اللہ پوری امتِ مسلمہ میں جاری ہے، ایک کثیر المقاصد کام ہے اور اِسی وجہ سے کثیر الجہت ہے۔ دراصل اُس اسلامی ثقافت کا اِحیا حضرت مولاناؒ کا مقصدِ وحید ہے جس نے قرونِ اوّل کے اُن لوگوں کو جو ایک وقت میں انسانیت کے نام پر دھبہ تھے، ایک خاص ماحول میں رکھے جانے اور ایک خاص انداز سے تربیت دیے جانے کی برکت سے ستاروں کو نشانِ راہ دکھانے والا بنادیا۔ اِس ماحول اور اِس اندازِ تربیت کے اجزائے ترکیبی یعنی اصولوں کو پا لینے اور پھر اِن کو قرآن وسنت کی روشنی میں طریقِ انبیا علیہم السلام اور نہجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعلیم وتربیت کے ذریعے امت میں دوبارہ جاری کردینے کی پیہم کوشش میں اُنھوں نے اپنی زندگی کھپادی۔ یوں امت سازی یعنی امت کو صحیح الفاظ اور مفہوم میں امت بنانے کا کام دعوت وتبلیغ کا مقصد ہے۔ اِس میں کلام نہیں کہ مساجد ومدارس وغیرہ شعائر اللہ ہیں لیکن ذرا ساغور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ مسلمان ہی بذاتِ خود اللہ کا سب بڑا شعیرہ ہے۔ اِسی لیے تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کعبہ کی حرمت سے ایک عام مسلمان کی جان قیمتی ہے۔ دین کی طلب سے خالی، اللہ سے غافل اور روٹھے ہوئے مسلمان کو اللہ کے سامنے جھکا دینا اور اللہ سے دوستی کر لینے پر آمادہ کرنا، مسلمان کا سب سے بڑا اِکرام ہے۔ اِسی طرح ایک کافر جو اپنی کم قسمتی سے یا اسلام کی حقیقی، عملی تصویر سامنے نہ ہونے کے باعث ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بننے کی راہ پر سرپٹ دوڑ رہا ہے، کے جی میں تلاشِ حق کے شعلے کو روشن کرنا اور پھر اِس شعلے کو ہوا دینا، منت وزاری سے اور سمجھا بجھا کر اسلام کی نعمت سے بہرہ مند کردینا—اولادِ آدمؑ میں کے ہر غیر مسلم انسان کا بنیادی انسانی حق (basic human right) ہے۔ قیامت کے دن انسانوں کے حقوق پورا کرنے کے بارے میں سوال ہوگا۔ دعوت وتبلیغ کی محنت سے امت کے اندر یہ احساسِ ذمہ داری پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ ہر مسلمان بحیثیتِ فردِ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا سفارت کار ہے اور دنیا بھر کے انسانوں کے حقوق کی اَدائی کے سلسلے میں فعّال کردار ادا کرنے پر ماموراور اِس ضمن میں اپنی ذاتی اعانت اور دین کے اجتماعی کاموں میں اپنا حصہ ڈالنے کی بابت اللہ کو جوابدہ ہے۔

الحمدللہ تبلیغ کی اِس محنت کی برکت سے دینی جماعتوں میں ایک دوسرے کی ضرورت اور خوبیوں کے اعتراف، اختلافِ آراء وتعبیرات رکھتے ہوئے ساتھ مل کر چلنے اور برداشت کا کلچر پیدا ہوا۔ تبلیغی کام کسی کے مقابلے میں نہیں ہے اور نہ کسی کے مقابلے پر۔ یہ نبیوں والا کام ہے۔ ساری دنیا کے مسلمانوں کا ایک مسلک پر جمع ہونا ممکن نہیں، البتہ دین سب کا مشترک ہے۔ نبوت کے ماتھے کا جھومر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام جو ایک وقت میں ازالۂ منکر کا نقیب ہوتا تھا اور جو ہماری کم قسمتی کی وجہ سے کہیں اشاعتِ مسلک کا نمائندہ اور کہیں محض اظہارِ منکر بن کر رہ گیا تھا، بحمد اللہ اپنے اصولی، روایتی قرآنی وحدیثی معنوں میں زندہ ہوا اور دینی جماعتیں اپنی شناخت برقرار رکھتے ہوئے اور اپنا مسلکی خانہ بدلے بغیر اشاعتِ مسلک اور وقتی ضرورتوں اور ضرورتِ حادثہ کی پیدا کردہ خود بافتہ ترتیبوں پر چلنے کے ساتھ ساتھ دین کی اجتماعی فکر پر جمع ہونے

لگیں۔ اجتماعیت اور نقل وحرکت وہ بنیاد تھی جس پر اِس امت کا ''امت پنا'' اُستوار تھا۔ یہ بنیاد آج کمزور پڑ گئی ہے۔ کلمہ ونماز کو لے کر، علمِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ، اپنا حق معاف کرتے اور اللہ کی مخلوق کا حق ادا کرتے ہوئے، اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے گلی در گلی، محلّہ در محلّہ اور گاؤں در گاؤں جماعتوں کا یہ پھرنا پھرانا بحمد اللہ اِسی بنیاد کو بھر رہا اور مضبوط کر رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کام میں کسی گروہ، مسلک یا فرقے کے لیے نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لیے، نِری اُس کی مسلمانی کی وجہ سے، راستہ کھلا رکھا اور بطریق تعدیہ اپنے ساتھیوں میں دل کی گہرائیوں سے ہر مسلمان کو اپنے سے بہتر جاننے کی کمیاب خوبی پیدا کی — ایسے گرے پڑے مسلمان سے بھی جس میں ننانوے وجوہِ کفر جمع ہوں اور صرف ایک وجہِ اسلام ہو۔ یوں مختلف خانوں میں بٹے ہوئے اور ذات، برادری اور زبان کے کھونٹوں سے بندھے، رسوم و رواج اور پیشوں کے کولھوؤں میں پلتے اور خود کو علاقوں اور ملکوں کے ڈربوں میں بند سمجھنے والے مسلمانوں کو صرف اور محض مسلمان ہونے کی وجہ سے ایک جگہ پر اکٹھا ہونا نصیب ہوا۔ اِس اکٹھا ہونے اور مجالست سے بہیمیت دور ہوئی اور اسلامیت سرسبز ہوئی، عمومی بیداری پیدا ہوئی اور جگہ جگہ دین پر بہار آنا نظر آنے لگا۔ اسلام کی ثقافت جس کے رنگ پھیکے پڑ گئے تھے اور جو بسا حالات دوسری ثقافتوں میں رَل مل کر اپنی ایکیت اور وضاحت تک کھو بیٹھی تھی، ایک بار پھر پنپنے لگی۔ اور یوں دنیا بھر میں گھروں کے اندر اسلامی معاشرت اور محلّوں میں اسلامی کلچر زندہ ہوا۔

دعوت وتبلیغ میں لگنے والوں کے چارٹر میں پوری دنیا میں پورے دین کو زندہ کرنا (صرف پھیلانا نہیں) پہلے نمبر پر ہے۔ ہماری تاریخ کے تابناک ترین ادوار یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور بعد ازاں دورِ صحابہؓ میں یہ کام ہر مسلمان مقصد کے درجے میں کیا کرتا تھا۔ آج پوری دنیا میں پورے دین کو زندہ کرنے کی آواز لگانے والے اور راہِ خدا میں ذلیل ہونے کی عزت کو حاصل کرنے کے متلاشی یہ واحد لوگ ہیں جو اللہ کے راستے میں اپنی جان، مال، وقت اور صلاحیتوں کے ساتھ نکلتے اور اللہ کی توفیق سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو جگا رہے، اُنھیں اُن کا کام ومقصد یاد دلا رہے اور مقصد پر واپس کھینچ لانے کے لیے اللہ کی زمین کی وسعتوں کے تمام معلوم گوشوں میں دیوانہ وار پھر رہے ہیں۔ ؎

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے

تبلیغی اجتماعات بھی اِسی سلسلے ہوتے ہیں کہ امت اپنے کام کو پہچانے، اپنی حیثیت پہچانے اور اپنے کام پر واپس آ جائے۔ سروں کا گننا، سیاست گردی، کرسیوں اور کرسی داروں کی ہوا خواہی، وغیرہ، کا یہاں گزر نہیں۔ اجتماعِ حج بیت اللہ کے بعد یہ واحد فورم ہے جہاں ہر مشرب، طبقے، زبان، نسل اور علاقے کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اور اپنی آتشِ مسلمانی کو ہوا دیتے ہیں۔ اللہ پاک مجھے، آپ کو اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو اِس عالی کام میں لگنے کی توفیق دے اور قبول فرمالے۔ یہ کام قابلیت کا نہیں، قبولیت کا ہے۔ اور یہ کام سراسر عمل ہے، باتیں نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ اِس نقل وحرکت اور اجتماعیت کی حفاظت فرمائے، قربانی اور صفات میں مزید آگے بڑھنے والا بنائے اور تمام عالم میں دین کی سرسبزی اور شادابی کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا نصیب فرمائے۔ آمین۔ (۷/نومبر ۲۰۰۷ء۔ ۲۷/شوال ۱۴۲۸ھ)

مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ ...... ایک سپاہی، ایک ادیب

ڈاکٹر سید عبداللہؒ

میں اپنے زمانۂ طالب علمی میں' ملک کی سیاسی زندگی کا محض تماشائی رہا ہوں۔ اس حیثیت سے مجھے اس دور کے اکثر اکابر سے میل جول کا موقع ملتا رہا کسی سے محض سرسری مگر کسی سے گہرا۔

چودھری افضل حق اور احرار جماعت کے اکثر رہنماؤں سے میری ملاقات اسی نوعیت کی تھی اور مجھے خوشی ہے کہ میں اپنے ان مشاہدات کی بناء پر اس زمانے کی بعض ایسی معلومات پیش کر سکتا ہوں' جن سے اس زمانے کی سیاسی زندگی کے بارے میں ایک نقطۂ نظر قائم ہوسکتا ہے۔ آج کی مجلس میں مرحوم چودھری افضل حق کے بارے میں اپنی یاداشتوں کو پیش کر رہا ہوں۔

چودھری افضل حق' خدا انھیں مغفرت کریں گونا گوں کمالات کے مالک تھے۔ اسلام کے شیدائی، آزادیٔ وطن کے سپاہی، قلم کے سپہ سالار، قول کے کھرے، سادگی کی تصویر اور بے تکلفی کی تفسیر تھے۔

ایک دفعہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ چودھری افضل حق کی کتاب ''زندگی'' شائع ہوئی تو حد درجہ مقبول ہوئی۔ اہل نظر کا کہنا ہے کہ پریم چند اور سدرشن نے جہاں ہندو دیہاتوں کی زندگی کی تصویریں پیش کیں۔ افضل حق نے پنجاب کے مسلمان زمینداروں اور دیہاتیوں کے نقشے اس خوبی سے کھینچے ہیں کہ خاص و عام سب کے لیے دل پسند ہیں۔ سرحد کے ایک دوست نے جب یہ کتاب پڑھی تو اتنا متاثر ہوا کہ چودھری صاحب کو دیکھنے کا مشتاق ہوا۔ اسی اشتیاق کے عالم میں وہ ان کے دفتر میں پہنچا۔ وہاں ایک شخص کھری چارپائی پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔ سر سے ننگا، ایک بنیان پہنے...... چہرے مہرے سے عام آدمی معلوم ہوتا تھا۔ سرحدی دوست نے پوچھا ''چودھری افضل حق سے ملنا چاہتا ہوں'' اس آدمی نے کہا فرماؤ: سرحدی دوست نے کہا: ''چودھری افضل حق کو مطلع کر دیجیے کہ سرحد سے ایک عقیدت مند ملنے کے لیے آیا ہے۔'' اس آدمی نے پھر کہا ''فرماؤ'' سرحدی دوست کی تسلی نہ ہوئی۔ اس نے زور سے کہا بھئی یہ کیا فرماؤ فرماؤ کرتے جاتے ہو۔ اٹھ کر چودھری صاحب کو بلاؤ...... وہ آدمی سمجھ گیا کہ اس سرحدی کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔ شاید ہیئت کذائی اس کے تعارف اور شناخت میں حارج ہے۔ تب وہ اٹھا اور بالائی منزل پر گیا اور واپس آیا مگر اس مرتبہ سفید قمیص پہن کر سر پر لنگی رکھ کر آیا اور کہا بھئی صاحب فرماؤ، افضل حق آ گیا ہے۔

سرحدی دوست حیرت اور قدرے ندامت کے عالم میں جھکا اور مصافحہ کیا اور معافی مانگی...... مگر چودھری صاحب نے شفقت سے کہا نہیں کوئی بات نہیں۔ پھر پنجابی میں کہا: ''اسیں زمیندار ہوندے آں ایسے طرح بیٹھ جاندے آں......'' اس کے بعد ملاقات ہوئی اور سرحدی دوست پہلے سے بھی زیادہ عقیدت مند ہو کر واپس گیا......!

میں نے یہ واقعہ اس لیے سنایا ہے کہ افضل حق سادہ اور بے تکلف آدمی تھے مگر داخلی حسن کی دولت سے بدرجہ اتم بہرہ ور تھے۔ جن صاحبوں نے ان کی کتاب ''میرا افسانہ'' پڑھی ہے' وہ اس امر کی تصدیق کریں گے کہ ظاہری سادگی اور بدویت کے باطن میں درد اور محبت اور احساسِ حسن کے دجلہ وفرات رواں رہتے تھے...... افضل حق ایک بلند پایہ ادیب تھے۔ انھوں نے سیاسی زندگی کی صعوبتوں اور گراں بار مصروفیتوں کے باوجود بہت کچھ لکھا اور جو کچھ لکھا اتنی خوب صورتی سے لکھا کہ بڑے بڑے ادیب بھی ان کی تحریروں کو پڑھ کر حیرت زدہ ہوتے ہیں۔ وہ جو کچھ لکھتے تھے زندگی کے ٹھوس مسائل کے متعلق لکھا کرتے تھے...... ظاہری زندگی میں وہ بے جذبات آدمی معلوم ہوتے تھے مگر ان کی تحریروں میں جذبے کی کسک اور احساس کی خلش ہر جگہ موجود تھی۔ اس پر ان کی خصوصیت یہ ہے کہ حقائق زندگی پر ان کی گرفت بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی ادب کے لیے وقف کر دیتے تو اردو نثر میں ایک خاص مسلک کے بانی ہوتے۔ دردمندی کے ساتھ ساتھ مزاح کی لطیف آمیزش، طنز کی ہلکی ہلکی جھلک اور جزئیات کی کامیاب ترتیب اور تصویر کاری کا خاص سلیقہ یہ سب باتیں انھیں ایک طرزِ خاص کا مالک بنانے کے لیے کافی ہیں...... لیکن افضل حق محض ادیب نہ تھے' وہ ایک سیاسی مفکر بھی تھے...... اور سیاسی مفکر بھی۔ وہ جو اپنے فکر کی صداقت واصابت کو پرکھنے کے لیے سقراط کے مانند زہر کا پیالہ پی لیا کرتے ہیں...... افضل حق کی ساری زندگی فکر میں گزری مگر فکر کی یہ ساری زندگی عمل اور جہادِ مسلسل کے لیے بھی وقف رہی۔

چودھری افضل حق قومی نفسیات کے بڑے ماہر تھے۔ انسانوں کی عام شناخت کے علاوہ گروہوں اور جتھوں کے ذہنی رخوں کی پیمائش میں انھیں کمال حاصل تھا...... وہ لوگ جو ان سے اس لیے ملنے جاتے تھے کہ انھیں اپنا ہم خیال بنائیں گے۔ جب واپس آتے تو خود ان کے ہم خیال بن کر آتے۔ اس میں ان کا خلوص بھی کارفرما ہوتا تھا لیکن اس سے زیادہ ان کا ایک اور ملکہ بھی شامل ہوتا تھا۔ یہ ملکہ وہ تھا جو بلند پایہ رہنماؤں کو ملا کرتا ہے۔ یہ تھا متضاد عناصر میں ربط وتنظیم اور وحدت پیدا کرنے کی قابلیت۔ افضل حق اپنے مخالف کو بھی اپنا بنا لیتے تھے...... اور وہی لوگ جو ان کی مخالفت کے لیے نکلا کرتے تھے۔ ان کے عقیدت مند ہو کر ان کے موید بن جاتے تھے۔ مولانا عبدالقادر قصوری کے بعد افضل حق ہی وہ شخص تھے جو رفع تضاد پر کامل قدرت رکھتے تھے۔ اس قابلیت کی بناء پر وہ اپنی جماعت کے داخلی مناقشات پر قابو پا لیتے تھے اور دوسری جماعتوں پر بھی اثر انداز ہو سکتے تھے۔

اجتماعی نفسیات کے بارے میں ان کے شعور کے ثبوت ہیں۔ ایک واقعہ نقل کرتا ہوں...... ایک مرتبہ میں ان سے ملنے کے لیے گیا تو قدرے افسردہ بیٹھے تھے، یہ کسی تحریک کا زمانہ تھا اور بظاہر میری یاداشت میں ان کی تحریک زوروں پر تھی...... شاید تحریک کشمیر کا دور تھا۔ میں نے کہا چودھری صاحب! مبارک ہو تحریک کو بڑا فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ فرمایا ہاں زبیر صاحب! ہو تو رہا ہے مگر میرے خیال میں معاملہ بڑا نازک ہو رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا، نازک کیسا؟ لوگ دھڑا دھڑ رضا کاروں میں بھرتی ہو رہے ہیں...... فرمایا واقعی نازک! اور یہ اس لیے کہ مسلمانوں کی تحریکیں عموماً ایسے ہی فروغ کے باعث بگڑتی ہیں۔ ہر قسم کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں اور وحدت کو اندر سے خراب کرتے ہیں۔ ادھر مخالف اتنا چوکنا ہو جاتا ہے کہ باہر بیٹھ کر اس اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھاتا ہے...... اور مسلمان بہت جلد پچھلی کارکردگی کو فراموش کر دیتے ہیں،

اعتبار بھی جلدی کرتے ہیں اور بے اعتباری بھی جلدی کرتے ہیں پھر فرمایا شاہ جی دعا کیجیے خدا انجام بخیر کرے۔

چودھری افضل حق ایک خاص نظامِ فکر رکھتے تھے۔ اسلام میں گہرا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں کی کوئی تنظیم اس سرچشمے سے فیض یاب ہوئے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔ ان کا دوسرا عقیدہ یہ تھا کہ غریب اور امیر کا تضاد مستقل ہے۔ اسلام اس تضاد کو مٹانے کے لیے آیا تھا اور کامیاب بھی ہوا مگر سرمایہ ایک ایسی پرفریب مگر طاقت ورلعنت ہے کہ بہت جلد اپنی طاقت منوا کے چھوڑتا ہے۔ امیر کبھی غریب کی طرح سوچ ہی نہیں سکتا...... بلکہ خود مذہب میں بھی جدا نقطۂ نظر رکھتا ہے۔ امیر اور غریب دو الگ قومیں ہیں' ان کا ملاپ ممکن نہیں۔ ان کی سیاسی تحریک کی تہ میں بھی یہی عقیدہ کارفرما تھا۔ وہ سو فیصد جمہوری عوامی رہنما تھے۔ افضل حق پنجاب کے سیاسی اور معاشی استحکام کے بے حد قائل تھے...... اسی لیے انھیں اس پنجابی عصبیت سے بھی مہتم کیا جاتا ہے جو مسلمانانِ ہند کی مرکزی جماعتوں کو پریشان رکھتی تھی۔

افضل حق کا یہ بھی خیال تھا کہ مسلمانوں کی عسکری تربیت جمہوری اصولوں پر ہونی چاہیے...... وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ہر آدمی کو حق حاصل ہے کہ وہ مسلح اور ہتھیار بند ہو۔ اسلحہ بندی انسان کا فطری حق ہے اور یہ وہ حق ہے جو قدرت نے جانوروں تک کو بخشا ہوا ہے۔

چودھری افضل حق' احرار تحریک کا دماغ کہلاتے تھے۔ یہ لقب ہر طرح درست اور بجا تھا اور اب بھی مشہور ہے لیکن اس کا تجزیہ زیادہ نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ چودھری صاحب طبعاً اس قسم کی تشہیر کو پسند نہ کرتے تھے مگر زیادہ تر یہ ہے کہ وہ ایک ایسے گروہ کے فرد تھے جس کا ہر فرد فنِ تقریر میں ان سے بہت آگے اور بہت مقبول تھا۔ اسی لیے پبلک میں ان بزرگوں کا سکہ چلتا تھا۔ مرحوم و مغفور سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا مظہر علی اظہر اور دوسرے شعلہ نوا خطیبوں کے ہوتے ہوئے چودھری صاحب کے حصے میں اگر کوئی اعزاز آتا تھا تو وہ یہی کہ ان کی تقریر میں معقولیت ہوتی ہے۔ وہ مفکر اچھے ہیں ،وہ خوب سوچتے ہیں، وہ بحث اچھی کرتے ہیں، ان کا اصل کارنامہ اِنھی اعزازی کلمات کے اندر چھپ کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا ان کے اصلی کارنامے سے اب بھی بہت کم لوگ باخبر ہیں۔

میں ذاتی طور پر افضل حق کو احرار کا دماغ سمجھنے کے باوجود انھیں ۱۹۴۰ء سے پہلے کی اسلامی سیاست کا ایک بڑا مفکر سمجھتا ہوں۔ ۱۹۴۰ء کی قید میں نے اس لیے لگائی ہے کہ اس تاریخ کے بعد اسلامیانِ ہند کی تمام سیاسی سرگرمیوں کی باگ مسلم لیگ کے ہاتھ میں آگئی اور بجا طور مسلم لیگ ہی کو اس وقت کی واحد ذمے دار جماعت قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۰ء تک مسلم لیگ یا تو معطل رہی یا دبی رہی۔ اس دور میں مجلس خلافت مسلمانوں کی اہم جماعت کی حیثیت سے ابھری اور خاصے عرصے تک مسلمانوں میں اس کو قبولِ عام حاصل ہوا۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ مجلس خلافت کے بعض خاص عقائد تھے۔ ان میں ایک تو یہ تھا کہ مسئلہ خلافت کے سلسلے میں مسلمانانِ ہند کی رائے کی تنظیم کی جائے مگر داخلی طور پر آزادیٔ ہند، ہندو مسلم اتحاد، آل انڈیا نیشنل کانگریس کے ساتھ مفاہمت بھی اس کا بنیادی عقیدہ تھا۔

جب خلافت کی تحریک ایفائے خلافت کے بعد ختم ہوگئی اور پنڈت موتی لال نہرو کی قیادت میں جوابی تعاون،

کانگریس کے ایک مؤثر گروہ کا مسلک ٹھہرا اور آزادی کی بے غرض جدوجہد کے بجائے کونسل اور اسمبلی اور ملازمت کا بٹوارہ...... کانگریسی رہنماؤں کو بھی متوجہ کرنے لگا تو ایسے حالات میں مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ اگر یہی باتیں سب کے مدنظر ہیں تو مسلمانوں کو دیکھنا ہوگا کہ اس تقسیم میں ان کا تناسب اور ان کی حیثیت کیا ہوگی؟

بظاہر یہ چیز معمولی معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت یہ مسلمانانِ ہند کے لیے ایک نازک دور تھا۔ مسلم لیگ میدان میں نہ تھی اور اگر تھی بھی تو بے اثر بلکہ بدنام اس وجہ سے کہ اس کے پلیٹ فارم پر کچھ ایسے لوگ قابض ہو گئے تھے جو آزادیٔ ہند کے نام سے بدکتے تھے اور جنھوں نے خود قائداعظم کو اس سے بے دخل کرنے کی پوری کوشش کی۔ غرض مسلم لیگ عوام میں مقبول نہ تھی۔ ادھر مجلس خلافت ہندو مسلم اتحاد کے عقیدے میں کچھ اس طرح ملوث اور الجھی ہوئی تھی کہ ان کی آواز بھی بے اثر ہو چکی تھی۔ ان حالات میں ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو وقت کے جملہ تقاضوں کا جواب دے سکے یعنی:

(۱)　آزادیٔ ہند کے سلسلے میں اس کے دعوے سچے سمجھے جائیں۔

(۲)　جو مسلمان ہند کے بنیادی حقوق کے دل سے قائل ہو جو محض آلہ کار نہ ہو بلکہ ان حقوق کے لیے قربانی بھی دے سکے۔

(۳)　جو آزادی کے مسئلے میں ان تمام قوتوں سے اشتراک کرے جو آزادی پسند ہیں اور مسلم حقوق کے معاملے میں ان تمام قوتوں سے ٹکرا جائے جو مسلمانوں کی ہستی کی نفی کرتی ہوں۔

مجلس احرار اسلام انھی عقائد کو لے کر اٹھی اور خاصے عرصے تک اس خلا کو پر کیا جو اس وقت کی مسلم سیاست میں موجود تھا اور جسے اس وقت کی مسلم لیگ پورا نہ کر سکی تھی۔

مجھے اس وقت اس زمانے کی سیاسی زندگی کی جزئیات سے بحث نہیں۔ عرض صرف یہ کرنا ہے کہ اس زمانے کے سیاسی تقاضوں نے مجلس احرار اسلام کو جنم دیا اور مسلّم ہے کہ اس مجلس کے فکری نظام کی تشکیل چودھری افضل حق نے کی۔

افضل حق کی نظر زندگی یا صورت حال کے عملی پہلوؤں پر رہا کرتی تھی۔ وہ خیال پرست تصور پسند شخص نہ تھے۔ انھوں نے ہندوستانی سیاست کا اسی نقطۂ نظر سے تجزیہ کیا اور اس میں مسلمانانِ ہند خصوصاً مسلمانانِ پنجاب کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی۔ ان کے مطالعے نے انھیں بتایا کہ:

(۱)　پنجاب زمینداروں کا صوبہ ہے۔

(۲)　ان زمینداروں میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔

(۳)　زمیندار سے ان کی مراد بڑی جاگیرداریاں اور بڑی زمینداریاں نہ تھی بلکہ کسان کاشتکار اور زمین سے متعلق عام زمیندار تھے۔

(۴)　وہ یہ جانتے تھے کہ مسلمان مذہب سے گہری محبت رکھتے ہیں اور یہ اپیل ان کے لیے سب سے زیادہ جاذب توجہ بھی ہے۔ اس لیے انھوں نے غریب کسانوں کی تنظیم کے ساتھ مذہب اور دنیا کی اساس کو خاص طور سے مدنظر رکھا۔

اس طرح انھوں نے ایک ایسا نظام پیش کیا جس میں اسلام، آزادیٔ ہند، عوامی تنظیم، پنجاب کی اہمیت اور پنجاب کے دیہاتوں اور کسانوں کی تنظیم بنیادی عقائد کے طور پر سامنے رکھے گئے۔

مسلمانانِ ہند کی سیاسی زندگی کو احرار کے اس موقف سے یہ فائدہ پہنچا کہ دنیا کے ہندو نواز حلقوں کے اس پروپیگنڈے کی تردید ہوتی رہی کہ مسلمانانِ ہند آزادی کے لیے بے تاب نہیں۔ احرار نے یہ ثابت کر دکھایا کہ مسلم حقوق کے مطالبے کے ساتھ ساتھ مسلمان آزادی وطن کے بھی سپاہی ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ پہنچا کہ ہندو حلقوں پر یہ روشن ہو گیا کہ ان کانگریسی مسلمانوں کا موقف درست نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آزادی طلبی کا تقاضا یہ ہے کہ الگ مسلم حقوق کا مطالبہ ہی نہ کیا جائے۔ غرض آزادی اور مسلم حقوق دونوں کے لیے جہادِ احرار کے مدنظر تھا اور ان کی سیاسی تاریخ صاف صاف یہ کہہ رہی ہے کہ انھوں نے ان مقاصد کے لیے خاصا کام کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ جماعتی عصبیت کا ایک دور ایسا بھی آیا۔ جب وہ مسلم لیگ سے بھی الجھ پڑے مگر جماعتی رقابتوں میں اس قسم کی غلطیوں کا امکان تو ہمیشہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے چودھری افضل حق صاحب سے دریافت کیا کہ پاکستان کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی پاکستان کا تصور نہایت مبہم تھا۔ چودھری صاحب نے فرمایا: پاکستان ایک ناگزیر قدرتی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ مجھے اس کے اٹل ہونے کا یقین ہے۔ اِلّا یہ کہ ہندوؤں کا صحت مند گروہ اس طریقے سے چلے کہ مسلمان اس مطالبے سے خود غافل رہیں۔

میں نے پھر پوچھا کہ آپ تحریک کو اپنے ہاتھ میں کیوں نہیں لے لیتے۔ فرمایا: شاید کسی وقت تحریک کشمیر کی طرح ہم اس میں کود پڑیں گے لیکن انگریز کی عیاری کا ڈر رہتا ہے۔ کہیں ہمیں اس میں الجھا کر آزادئ ہند کے خواب کو پریشان نہ کر دے جس دن آزادئ ہند کی منزل آنکھوں کے سامنے آجائیں گی۔ شاید قربانی خود ہمیں دعوت دے گی اور ہم اس وقت ہمہ تن موجود ہوں گے۔ لیکن آزادی پہلے پھر تقسیم۔ انھوں نے کہا میرا ذہن تو اس طرح سوچتا ہے! مگر افضل حق صاحب ایسے وقت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔

افضل حق ایک ایسی جماعت کے رکن تھے۔ جس کا ہر ایک آتش نفس خطیب تھا...... مولانا ظفر علی خاں کے بقول ''یہ سیسہ پلائی دیوار'' مگر یہ قدرتی امر ہے کہ اس جماعت کے افراد میں ذہن وفکر کا بڑا فرق اور تنوع بھی تھا...... افضل حق اس تنوع سے بڑا فائدہ اٹھاتے تھے مگر بعض مواقع ایسے بھی آئے جب افضل حق کی معقول پسندی اور حقائق پسندی شکست کھا گئی۔ یہ موقع شہید گنج تحریک کا تھا۔ وہ عوامی نبض کے ماہر ہونے کے باوجود وقت کا اندازہ نہ لگا سکے اور حضرت شاہ کی پرزور مخالفت کے باوجود مجلس کو ایک ایسی فیصلے پر لے آئے۔ جس کے بعد احرار پنجاب کو وہ سیاسی حیثیت پھر کبھی نہ حاصل ہو سکی جو اس فیصلے سے قبل انھیں حاصل تھی۔ سنا ہے کہ اس معاملے میں سر فضل حسین کا جادو چل گیا تھا۔ چودھری صاحب مرحوم اپنے اس سیاسی حریف کے تدبر کے مداح تھے...... اور اس کے عقلی استدلال کے قائل تھے...... تو نتیجہ یہ نکلا کہ عقلی استدلال نے افضل حق کو شکست دی......! مگر انسانی زندگی بڑی پر پیچ شے ہے۔ اس راستے میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں ٹھوکریں بھی لگتی ہیں ...... اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا اطلاق ہر دوسرے شخص کی طرح چودھری افضل حق پر بھی ہوتا ہے۔

(مطبوعہ: ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، ۱۲؍ جنوری ۱۹۷۶ء)

دیوبند پر انتہا پسندی کا الزام؟

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

(اٹلانٹک کے دونوں ساحلوں پر یعنی یورپ اور امریکہ کے اقتدار کے گلیاروں اور میڈیا کے حلقوں میں دیوبندیت اور انتہا پسندی کو ہم معنی بنا دینے کی کوششیں اب کچھ بھی حیرانی کا سبب نہیں بنتیں۔ مگر پھر بھی بعض حرکتیں اس کمال سے کی جاتی ہیں کہ کچھ دیر کے لیے تو ضرور ذہن متاثر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کی ایک حرکت ستمبر میں روزنامہ ''ٹائمز'' لندن میں کی گئی۔ ایک سنسنی خیز رپورٹ نے عوام کو اس تشویش انگیز حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ اب انتہا پسندی کا دھماکہ خیز مواد ایشیا میں نہیں' لندن و مانچسٹر کے بیچ ہر طرف تیار ہو رہا ہے اور اس کا مرکز وہ دیوبندی مساجد ہیں جن کی تعداد برطانیہ کے کل مساجد کی تقریباً نصف بنتی ہے اور جن کی ذمہ دار وہ ہندوستانی نژاد مسلمان ہیں جن کو دیوبند کے مکتبِ فکر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

پہلے صفحہ پر شائع ہونے والی اس Exclusive رپورٹ میں ثبوت کے طور پر دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف منسوب ایک نوجوان عالم کی طرف کچھ اقتباسات منسوب کیے گئے تھے۔ ''ٹائمز'' نے ایک ہفتہ کے دوران کئی اشاعتوں میں اس قسم کا میٹریل شائع کیا۔ راقم السطور ۱۱ ستمبر کو لندن پہونچا۔ ایرپورٹ لینے آنے والے ایک کرم فرما دوست نے وہیں اس کی اطلاع دی۔ خال محترم مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ کے گھر پہنچ کر ''ٹائمز'' کے شمارے دیکھے۔ مولانا مدظلہ برطانیہ میں دارالعلوم دیوبند کے حلقے کے بزرگ ترین عالم ہیں۔ فطری طور پر انھوں نے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے ''ٹائمز'' اور دیگر انگریزی و اردو اخبارات کو ایک تحریری بیان جاری کر کے رپورٹ میں برتی گئی خیانتوں کی طرف متوجہ کیا اور اب ''الفرقان'' میں اس لیے شائع کیا جا رہا ہے کہ دیوبندیت پر انتہا پسندی کا الزام اب کہیں ''غیر ملکی'' چیز نہیں...... یحییٰ)

برطانوی روزنامہ ''ٹائمز'' نے اپنی ۷ ستمبر کی اشاعت میں لیسٹر کے ایک شیخ ریاض الحق کے مبینہ افکار و بیانات کے حوالے سے برطانیہ بھر کی اُن تمام مساجد کے بارے میں اینٹی برطانویت کا ہوّا کھڑا کرنے کی افسوسناک کوشش کی ہے جو دیوبندی مسلک والوں کی کہلاتی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ چار صفحے کی اس رپورٹ میں وہ مسجد نہیں بتائی گئی جس کے یہ شیخ ریاض الحق امام ہوں۔ ہاں ان کے تعارف میں ایک مسجد کے ''سابق امام'' ہونے کا حوالہ آیا ہے۔ ''ٹائمز'' نے چار صفحے کی اس رپورٹ کو انتہائی سنسنی خیز انداز میں شائع کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے۔ اس پر مبنی اڈیٹوریل بھی "British Muslims should recognised the threat of Deobandi extremism" کی زہر بھری سرخی کے ساتھ تصنیف کر دیا ہے اور ۷ تاریخ کے بعد ۱۲ تک تو میں نے دیکھا کہ کرم فرمائی کا یہ سلسلہ رکا نہیں ہے۔ جب کہ کوئی مختصر سا مراسلہ بھی اس کے مقابلے میں ''ٹائمز'' کے صفحات میں نہیں دیکھا گیا۔ جس میں اس خطرناک افسانے کو چیلنج کیا گیا ہو، حالانکہ مراسلات گئے۔

اس تمام کرفرمائی کا حاصل یہ الزام ہے کہ دیوبندی مسجدوں میں برطانوی طرزِ زندگی(British ways of life) کی مخالفت و مذمت کے وعظ کہے جاتے اور نفرت سکھائی جاتی ہے۔ اس پر بے ساختہ مولانا شبلی کا شعر یاد آتا ہے:

کہاں تک ہم سے لوگے انتقامِ فتحِ ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک؟

بے شک دیوبند کو، دیوبند کے ہر فرزند کو اور دیوبند سے منتسب ہر متنفس کو بزرگانِ دیوبند کے اس کردار پر فخر ہے جو انھوں نے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک برطانوی راج کی جڑیں ہندوستان سے اکھیڑنے کی طویل جدوجہد میں ادا کیا۔ یہ وہ کردار تھا جس کے قومی پیمانے پر اعتراف کی زندۂ جاوید نشانی شیخ دیوبند حضرت مولانا محمود حسنؒ (م ۱۹۲۰ء) کو جزیرۂ مالٹا کی چارسالہ قید سے رہائی پر اکابرِ قوم کی طرف سے استقبال کے موقع پر بمبئی میں دیا گیا۔ ''شیخ الہند'' کا وہ خطاب ہے جو آپ کے نام کا جز و نہیں، قائم مقام بن گیا ہے۔ لیکن برطانیہ کا وہ سامراجی دور ختم ہوا تو یہ کردار بھی اب ایک تاریخ اور ایک قصۂ ماضی ہے اور اسی کے نتیجے میں راقم السطور جیسے دیوبند کے اُسی دور کے طلبہ اس ملک کے باشندے بنے ہوئے ہیں۔ جب کہ اس کے نام سے بھی نفرت ان کا اُس وقت دین و ایمان تھی۔ میں خود اپنی مثال دینے کی اجازت چاہوں گا کہ دارالعلوم دیوبند میں چار سال رہ کر آزادیٔ وطن کے ساتھ ہی ۱۹۴۸ء میں وہاں سے فراغت پائی اور اس وقت کے صدر دارالعلوم حضرت مدنیؒ (م ۱۹۵۷ء) کے دوسرے شاگردوں کی طرح یہ خاکسار بھی حضرت والا کے سینے کی برٹش دشمن آگ کے شراروں سے محروم نہ رہا تھا۔ چنانچہ ہر برٹش اور یورپین چیز کی مخالفت ایک سرمایۂ فخر تھی۔ لیکن ۱۹۷۶ء میں (جب کہ انڈیا پر برطانوی راج قصۂ ماضی ہو چکا تھا) میں برطانیہ میں آیا تو برٹش قوم کی باتوں کو میرٹ پر لینے اور جو اچھی ہیں ان کو اچھا کہنے میں کوئی دقت میرے لیے نہ تھی۔

شروع کے میرے پانچ سال فنسبری پارک مسجد کے امام کی حیثیت سے گزرے لیکن اپنی سکہ بند دیوبندیت کے باوجود مجھے کبھی دلچسپی برطانوی طرزِ زندگی کے خلاف وعظ کہنے سے نہ ہوئی۔ ۱۹۸۹ء میں رشدی کی ''سیٹانک ورسز'' کے خلاف دیوبندی علماء کی اسلامک ڈیفنس کاؤنسل کا میں کنوینر رہا۔ کتاب کے سلسلہ میں برٹش گورنمنٹ کی پالیسی کے خلاف تقریری تحریری ہر نوعیت کی جدوجہد کاؤنسل کے پلیٹ فارم سے مہینوں تک کی گئی۔ لیکن اس کے ریکارڈ میں کوئی لفظ نہیں دکھایا جاسکتا جسے برطانوی طرزِ فکر اور طرزِ زندگی کے خلاف نفرت آمیز اور نفرت انگیز کہا جاسکے۔ عمر بھر سے لکھنے لکھانے کا مشغلہ ہے۔ برطانیہ کے تیس سالہ قیام میں یہاں کی ناقابل قبول باتوں کا ذکر تو بس ضمناً ہی اپنے مضامین میں آیا ہوگا جب کہ یہاں کی زندگی کے اچھے رخوں کا بار بار ذکر اپنے لوگوں کو شرم دلانے کے لیے آتا رہا ہے کہ:

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا ہو گئی خاکِ حجاز

لیکن پتہ چلا کہ ''ٹائمز'' جیسے اداروں کے دل سے دیوبند کے نام کا کانٹا ابھی تک نہیں نکل پایا ہے۔ یا پھر صوفی کاؤنسل قسم کے جو بُت مسلمانانِ برطانیہ کی پوجا کے لیے تراشے جارہے ہیں۔ ان کے لیے میدان صاف کرنے کی ضرورت کا تقاضا ہوا ہے کہ اسلام کے دیوبندی تصور کو اسی طرح ایک ہوّا بنانے کی کوشش کی جائے، جس طرح کی کوشش ہندوستان پر برطانوی راج کے زمانے میں ان لوگوں کی خاطر ہوتی رہی تھی جن کا اسلام برٹش راج کی مخالفت میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ اسے بس اپنی ''چُنیا

بیگم'' سے کام تھا۔ چنانچہ تحریکِ خلافت جیسی اسلامی جدوجہد کی مخالفت کی گنجائش بھی اس اسلام میں نکلی تھی۔

الغرض شیخ ریاض الحق سے جو برطانیہ مخالف باتیں ''ٹائمز'' کی رپورٹ میں منسوب کی گئی ہیں۔ وہ اگر واقعہ ہیں تو وہ ایک ''دیو بند پروڈ یکٹ'' کی باتیں نہیں ہیں۔ ریاض الحق نے تو دیو بند کی صورت بھی شاید نہ دیکھی ہو۔ یہ باتیں ایک Bliar's Britain Product کی باتیں ہیں۔ سعودیوں کو تو کبھی برطانیہ دشمنی کا سبق نہ ملا تھا۔ وہ تو اپنی حکومت کے لیے برطانیہ کے ممنونِ احسان تھے۔ ان میں اور ان کی وہابیت کے پیروؤں (Followers) میں برطانیہ بیزاری اور دشمنی پیدا کرنے والی کون اور چیز سوائے اس بلیری برطانیہ (Bliar's Britain) کے ایمانداری کے ساتھ بتائی جاسکتی ہے؟ جس کی گردن پر ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کا خون مسٹر بلیئر نے ایسے خود ساختہ بہانوں کے ماتحت عاید کر دیا ہے۔ وہ بہانے کہ جن کے جھوٹ ہونے پر خود برطانیہ کے لوگوں کو غالباً سوائے ''ٹائمز'' جیسے اخبارات کے کھلی شرمندگی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مسٹر بلیر کی یہ قابل نفرت کارروائی ایسی باتوں کو جائز کرتی ہے جیسی باتیں شیخ ریاض الحق کی طرف منسوب کر کے ''ٹائمز'' میں بیان کی گئی ہیں۔ بے شک دیو بندی کہلانے والے مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ ہر اُس شخص کے لیے جو دل سے اسلام پر یقین رکھتا ہے۔ برطانوی طرزِ زندگی کی بہت سی باتیں نا قابل قبول ہیں اور ہمارا دینی فریضہ ہے کہ اپنی نئی نسلوں کو ان سے دور رہنا سکھائیں۔ لیکن اس ملک کی باشندگی اپنی رضا سے قبول کرتے ہوئے اس دین کے مطابق ہی نہیں جس کی تعلیم دیو بند دیتا ہے، بلکہ عام عقل وخرد کی رو سے بھی ہمارے لیے گنجائش نہیں کہ اس کے لیے ایسا کوئی طریقہ اختیار کریں جس کے نتیجے میں یہاں کی قوم ہی سے نفرت پیدا ہونے لگے کہ یہ تو خود اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگی سے دشمنی کرنے والی بات ہوگی۔ بلکہ اس کے لئے ہمیں وہ طریقے اختیار کرنے ہوں گے کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہر چند کہ یہ کام ایسا ہی مشکل ہے جیسے کاموں کی مشکل بتانے کو کہا گیا ہے کہ:

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نہ داند جام و سنداں باختن

لیکن اس سے نہ ازروئے دین چارہ ہے نہ ازروئے عقل۔ ہمیں یہ کرنا ہی ہوگا۔ اور جن لوگوں کے پاس سچ مچ علمِ دین ہے وہ اگر سنجیدہ ہوں گے تو یہ علم ان پر آسان کرے گا کہ اپنے مواعظ وخطبات میں اپنے لوگوں پر اس مشکل سے عہدہ برا ہونے کی راہ کھولیں۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّق وَھُوَالْمُسْتَعَان! (مطبوعہ: ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ، نومبر ۲۰۰۷ء)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

زبان میری ہے بات ان کی

ساغر اقبالی

☆ گھی کنستر مزید پچیس روپے مہنگا۔ فی کلو قیمت ایک سو بیس روپے ہوگئی۔ (ایک خبر)

گھی مہنگا ہویا تے کی ہویا　　لوگو شور مچاؤن دا حق کوئی نئیں
تے میرے ملک وچ کسے غریب نوں وی　　گھی ہانڈی وچ پاؤن دا حق کوئی نئیں

☆ دین کی دُوری نے مسلمانوں کو کمزور کردیا۔ (مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز)

مسلمانوں کی تنزّ لی کی وجہ ہی دینی ماحول کا فقدان ہے۔

☆ بے نظیر کی ہلاکت کے ذمہ دار بیت اللہ محسود ہیں۔ ترجمان وزارتِ داخلہ

اصل قاتلوں کو چھپایا جارہا ہے۔ پیپلز پارٹی

☆ حیدر آباد (انڈیا): مکہ مسجد میں شوٹنگ، ثانیہ مرزا کے خلاف مقدمہ درج۔ (ایک خبر)

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

☆ سابق چیف جسٹس مجھے غیر قانونی طور پر ہٹانا چاہتے تھے۔ (پرویز مشرف)

میں نے انھیں قانونی طور پر ہٹا دیا۔

☆ اپوزیشن کے پاس عوامی مسائل کے حل کا کوئی منشور نہیں۔ (گورنر پنجاب خالد مقبول)

لاہور میں آٹا ۲۵ روپے کلو تک پہنچ گیا۔ (عوامی مسائل کے حل کا صحیح منشور)

☆ بے نظیر کے قتل کے باعث شہباز شریف کے صاحبزادے کی شادی ملتوی کردی گئی۔ (ایک خبر)

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

☆ برسر اقتدار آکر میڈیا کے خلاف قوانین ختم کردیں گے۔ (مشاہد حسین)

اک رقاص نے گا گا کے محفل میں کہا
ناچ گانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

☆ گندم ہمسایہ ممالک میں سمگل ہورہی ہے۔ (پرویز مشرف)

روکنے کا بندوبست کون کرے گا؟

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● کتاب: ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمراہ کن غلط فہمیوں کا ازلہ''　　　مولف: محمد ظفر اقبال

ضخامت: ۳۳۰ صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ناشر: مکتبہ عمر فاروق، مقابل جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی نمبر ۲۵

یہ کتاب جناب پیر نصیر الدین نصیر سجادہ نشین گولڑہ شریف کی کتاب ''نام ونسب'' کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر نے اپنی کتاب میں امیر المؤمنین، خلیفۂ راشد وسادس جناب سید معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ والا صفات پر جو اعتراضات کئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

''۱۔ بنو اُمیہ، بنو ہاشم کے ساتھ بغض میں سخت تھے اور یہ حدیث سے ثابت ہے۔

۲۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کی تمام روایات جعلی ہیں۔

۳۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بدعات کو رواج دیا۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے منکر تھی۔

۵۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوا کر شہید کر دیا۔

۶۔ امام حسن، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کا معاہدۂ صلح مبنی بر کدورت تھا۔

۷۔ امام حسن اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کا عہدِ خلافت لائق اتباع نہیں

۸۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، بعض خطوطِ نبویّہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں، کاتبِ وحی نہیں۔

۹۔ جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ''شرفِ صحابیت'' ثابت ہے۔'' (بحوالہ کتاب زیر تبصرہ صفحہ ۲۹)

مؤلف کتاب جناب محمد ظفر اقبال نے ان اعتراضات کا دلائل و براہین کے ساتھ رد کیا ہے۔ انہوں نے بڑے متین لہجے اور سنجیدہ انداز میں پیر صاحب کے ان خود ساختہ نظریات کو قرآن، حدیث، اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اکابر امت کے افکار کی روشنی میں پرکھا اور بڑے مسکت طریقے سے ان کا جواب قلمبند کیا ہے، لیکن بعض مقامات پر مؤلف کا رہوارِ قلم روایتی راہوں پر چل نکلا ہے۔ مثلاً جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافتِ راشدہ کا ذکر آیا تو انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافتِ راشدہ میں شمار کرنے کی بجائے یہ لکھا ہے کہ ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت، خلافتِ راشدہ موعودہ میں شامل نہ تھی۔'' (ص ۲۷۰۔۲۷۱) حالانکہ انہی صفحات پر مؤلف نے علامہ ابنِ خلدون کا یہ حوالہ نقل کیا ہے کہ:

''حضرت معاویہ کا شمار خلفائے راشدین میں ہے...... حاشا وکلّا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مابعد خلفاء کے ہرگز مشابہ نہیں، بلکہ وہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔'' (ص ۲۷۱)

یہ امر باعثِ حیرت ہے کہ جناب ظفر اقبال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہٗ کو خلفائے راشدین میں شمار کرنے سے گریزاں ہیں اور ان کے نزدیک خلفائے راشدین صرف چار ہیں (ص ۲۷۷)۔ لیکن اس دور کے ایک غیر صحابی بزرگ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ العزیز کے نام سے پہلے انہیں ''امام راشد'' لکھتے ہیں (ص ۱۳۰، ۱۳۶)

مؤلف نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بعض مقامات پر ''حکماً خلیفہ راشد'' لکھا ہے گویا بقول شخصے صورتاً مانا ہے، حقیقتاً نہیں۔ اسی طرح مؤلف نے جنگِ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہٗ کو مصیب (حق پر) اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہٗ کو مخطی (خطا پر) تحریر کیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں واجب التکریم شخصیات حق پر تھیں اور یہ دونوں اصحابِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم مجتہد بھی تھے۔ انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جو راہ بہتر خیال فرمائیں، اسے اختیار کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہٗ نے بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہٗ کو خاطی کہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اب کسی بھی غیر صحابی کو یہ حق مطلق حاصل نہیں ہے کہ وہ ان دونوں مقربانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی ایک کی خطا شماری کرے۔ یہی مسلکِ اعتدال ہے۔ حضرت ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں کہ:

> ''متقدمین کے نزدیک اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان سے افضل تھے اور جنگوں میں سیدنا علی راہِ صواب پر تھے اور آپ کے مخالفین (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہٗ اور ان کے ساتھی راہِ خطا پر تھے، تشیّع کہلاتا تھا۔ باوجود حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کو افضل اور مقدم سمجھے۔'' (تہذیب التہذیب جلد ا ص ۹۴ بحوالہ ''سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی'' صفحہ ۱۸۱ از حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی ''خطائے اجتہادی'' شیعیت کا پروپیگنڈہ ہے، جس کے اثر سے اپنے عہد کی بڑی بڑی شخصیات بھی نہ بچ سکیں۔ ماضی قریب کا مشہور شیعہ شاعر، مرزا غالب بھی اس پروپیگنڈہ کی تبلیغ کرتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ کو اپنے طعن کا نشانہ بناتے ہوئے کہتا ہے ؎

یہ اجتہاد عجب ہے کہ اک دشمنِ دیں
علی سے آ کے لڑے اور خطا کہیں اس کو

امید ہے کہ فاضل مؤلف اس جانب بھی ٹھنڈے دل و دماغ سے توجہ فرمائیں گے۔ اچھے کاغذ اور خوبصورت کتابت وطباعت کے باوجود کتاب میں کتابت کی کچھ اغلاط باقی رہ گئی ہیں، جن سے کتاب کی حیثیت چنداں متاثر نہیں ہوتی۔ (تبصرہ: ڈاکٹر محمد عمر فاروق)

● کتاب: مولانا لال حسین اخترؒ، سوانح و افکار مرتب: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ضخامت: ۴۰۰ صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان

مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ مجلس احرار اسلام کے نام ور رہنما اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے بے باک مجاہد

تھے۔ مولانا لال حسین اخترؒ نوجوانی میں مرزائیوں کے لاہوری گروہ کے نرغے میں پھنسے۔ مرزائیوں نے مولانا کی تعلیم پر پچاس ہزار روپے سے زائد رقم خرچ کی اور انھیں قرآن مجید کی تفسیر، حدیث، بائبل، عیسائیت، ہندی و سنسکرت زبانوں وید، ردّ آریہ سماج اور علمِ مناظرہ میں طاق کر کے اپنا مرکزی مبلغ بنالیا۔ لیکن قدرت کو آپ سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام لینا مقصود تھا۔ اس لیے ۱۹۳۱ء کے وسط میں مولانا لال حسین اخترؒ نے جب آنجہانی مرزا قادیانی کو بار بار بھیانک صورت میں خواب میں دیکھا تو مرزائیت کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہوگئے۔ چھے ماہ تک غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ مرزائیت کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ جس کے نتیجے میں آپ پر اسلام کی حقانیت واضح ہوگئی اور آپ جنوری ۱۹۳۲ء میں مشرف بہ اسلام ہوکر مجلس احرار اسلام میں شامل ہوگئے پھر مجلس احرار کے مبلغ کے طور پر ہندوستان بھر میں قادیانیوں سے مناظرے کیے اور انھیں شکست فاش سے دوچار کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا لال حسین اخترؒ مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ میں نمایاں خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران سیکڑوں قادیانیوں نے اُن کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ مقدس تحفظ ختم نبوت میں مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے تاریخی خدمات انجام دیں۔ جب تحریک کے نتیجے میں مجلس احرار خلافِ قانون قرار دی گئی تو احرار رہنماؤں نے جماعت کے شعبۂ تبلیغ ''تحفظ ختم نبوت'' کو متحرک اور منظّم کیا، لیکن جب بعض رہنماؤں نے اس شعبۂ تبلیغ کو مجلس احرار سے الگ کر کے مستقل جماعت کی شکل دی تو مولانا لال حسین اخترؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے سٹیج سے بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بے مثال کام کیا اور آپ مجلس کے مرکزی امیر بھی رہے۔ ۱۱ر جون ۱۹۷۳ء کو مجلس ہی کے دفتر لاہور میں انتقال فرمایا اور دین پور شریف کے تاریخی قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

زیرِ تبصرہ کتاب مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی (مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت) نے ترتیب دی ہے۔ اُن کے بقول انھیں مولانا لال حسین اخترؒ سے ''براہِ راست استفادہ کا موقع نہ مل سکا''، لیکن اس کے باوجود انھوں نے مولانا لال حسینؒ سے متعلق مواد کو یکجا کر کے کتابی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ کتاب درج ذیل ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) باب اوّل: حالاتِ زندگی (۲) باب دوم: مکتوبات (۳) باب سوم: تردیدِ قادیانیت کے سنہری اصول (۴) باب چہارم: خطابت (۵) خراجِ تحسین

کتاب کے پہلے باب میں مولانا لال حسین اخترؒ کے خودنوشت سوانحی حالات سے چند اوراق نقل کیے گئے ہیں۔ جن میں مولانا نے اپنی پیدائش، تعلیم، قبولِ قادیانیت، ترکِ قادیانیت اور مجلس احرار میں شمولیت جیسے عناوین کا احاطہ کیا ہے۔ یہ عرصہ ۱۹۳۳ء تک کے دور پر محیط ہے۔ ۱۹۳۳ء تا ۱۹۴۸ء کا زمانہ مولانا لال حسین اخترؒ کی مناظرانہ کامیابیوں اور احرار کی بدولت اُن کی ہندوستان گیر شہرت اور عروج کا حامل ہے مگر کتاب میں اس عرصہ کے متعلق مواد دستیاب نہیں ہے۔ جس کے تذکرہ کے بغیر مولانا لال حسین اخترؒ کی حیاتِ مبارکہ کے اوراق نا تمام رہ جاتے ہیں۔

فاضل مرتب نے ۱۹۴۹ء کے احوال کے ضمن میں ''مجلس تحفظ ختم نبوت کے رکنِ رکین'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

''تقسیم سے پہلے آپ (مولانا لال حسین اخترؒ) نے مجلس احرار سلام کے پلیٹ فارم سے قادیانیوں کو

ناکوں چنے چبوائے اور پاکستان بننے کے بعد آپ نے ۱۹۴۹ء میں تشکیل پانی والی جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت میں شرکت فرمائی اور مجلس کے صدر المبلغین قرار پائے۔'' (صفحہ ۳۷)

مندرجہ بالا عبارت کو پڑھنے سے عیاں ہوتا ہے کہ فاضل مرتب مجلس احرار اسلام کی تاریخ کی اصلاح اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کی تدوین کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کا سال ۱۹۴۹ء تحریر کیا ہے۔ اگر اُن کی اس تحقیق کو درست تسلیم کیا جائے تو یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ:

(۱) جب ۱۹۴۹ء میں مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مجلس احرار کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار فرمالی تھی۔ (روزنامہ ''آزاد'' لاہور، بحوالہ: ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سوانح وافکار'' از مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، ص ۲۵۱) تو مجلس تحفظ ختم نبوت کس نے قائم کی تھی، کیوں کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تو صدر مجلس احرار ماسٹر تاج الدین انصاری کے نام اپنے پالیسی خط (دسمبر ۱۹۴۸ء) میں مجلس احرار سلام کی بقا کو شرعی امر قرار دیا تھا۔

(۲) اگر مجلس تحفظ ختم نبوت ۱۹۴۹ء میں قائم ہوئی تھی تو اُس کے عہدیداران کے اسمائے گرامی کا لکھنا ضروری تھا کیوں کہ مولانا اللہ وسایا کی کتاب ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے صفحہ ۵۹۴ پر مندرج ہے کہ ۱۶؍جنوری ۱۹۵۳ء کو آل مسلم پارٹیز کنونشن، کراچی میں مولانا محمد علی جالندھریؒ نے بحیثیت جنرل سیکرٹری مجلس احرار سلام پنجاب' حضرت امیر شریعت کے ہمراہ مجلس احرار کے نمائندہ کے طور پر شرکت فرمائی تھی اور اسی حیثیت سے مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک کے بعد مجلس احرار اسلام کی طرف سے ہی منیر انکوائری کمیشن کے سامنے تحریری جواب پیش فرمایا تھا۔ (حوالہ کے لیے مولانا اللہ وسایا کی مذکورہ کتاب ملاحظہ کریں)۔ جب ان سوالات کو مدنظر رکھا جائے گا تو ان شاء اللہ العزیز احرار کی تاریخ کی اصلاح کی ضرورت نہیں رہے گی۔

۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۳ء تک مولانا لال حسین اخترؒ کی زندگی کے مختلف ادوار بابِ اوّل کی زینت ہیں مگر ۱۹۵۳ء کی تحریک کے دوران اُن کے کارہائے نمایاں مزید تفصیل کے متقاضی ہیں۔

بابِ دوم میں مولانا کے صرف تین مطبوعہ مکاتیب شامل کیے گئے ہیں۔ حالاں کہ اُن کے غیر مطبوعہ خطوط اب بھی بعض احباب کے پاس محفوظ ہیں۔ جنھیں تھوڑی سی تگ ودو کے بعد بآسانی حاصل کیا جاسکتا تھا۔

کتاب کا تیسرا باب مولانا لال حسین اخترؒ کی ردّ قادیانیت پر شائع شدہ مختلف تحریروں پر مشتمل ہے۔ مولانا لال حسین اخترؒ کی ان قلمی نگارشات میں عام قاری اور علماء کے لیے بھی مناظرانہ نوادرات موجود ہیں۔ جن سے خاطر خواہ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

کتاب کا چوتھا باب مولانا کی تحفظ ختم نبوت کے عنوان پر مختلف تقاریر پر مشتمل ہے۔ جن سے ختم نبوت کے محاذ پر مصروفِ جہاد کارکن اور رہنما اپنی علمی تشنگی بجھانے کے ساتھ ساتھ دفاعِ ختم نبوت کے لیے مولانا کے عطا کردہ ناقابل تسخیر علمی ہتھیاروں سے چوکھی لڑائی لڑنے میں آسانی محسوس کریں گے۔

پانچویں باب میں حافظ نور محمد انور اور سید امین گیلانی ؒ کی منظومات شامل ہیں۔ آئندہ اشاعت میں اس باب پر بھی خصوصی توجہ دی جائے اور مولانا پر لکھے گئے مختلف لوگوں کے مضامین اور مختلف شخصیات کے مولانا کے متعلق تاثرات کو شامل کیا جائے تو ازحد مناسب ہوگا۔

مرتبِ کتاب سے ایک گزارش مزید یہ بھی ہے کہ جب وہ مولانا لال حسین اختر ؒ کی حیات وخدمات کو منظر عام پر لانے کے لیے کمرِ ہمت باندھ ہی چکے ہیں تو انھیں چاہیے کہ وہ تحقیق کی پرخار وادیوں میں آبلہ پائی کے لیے نکلیں۔ بلاشبہ اب بھی وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جنھوں نے مولانا لال حسین اختر ؒ کی قادیانی شاطروں سے معرکہ آرائیاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اُن کی تقریروں کو سنا اور اُن کی صحبتوں سے جی بھر کر فیض پایا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر دادِ شجاعت دینے والے ایسے نام ور قائدین احرار کے تذکرے ایسے ہی لوگوں کی سماعتوں اور یادداشتوں کی مدد سے مرتب کیے جائیں۔ ورنہ آئندہ برسوں میں ان غیر مطبوعہ یادداشتوں کے بھی ضائع ہو جانے کا نقصان یقینی ہے۔

علاوہ ازیں جب مولانا لال حسین اختر ؒ قادیانیت کے تعاقب کے لیے جزائر فیجی تشریف لے گئے تو اُن کی واپسی پر مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے حکم پر مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی ؒ نے مولانا لال حسین اختر ؒ کے اس تاریخی سفر کی روداد مولانا کی زبانی سن کر مرتب کی تھی اور مولانا علوی رحمہ اللہ کے برادرِ بزرگ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید مدظلہ کے بقول مولانا سعید الرحمٰن علوی نے وہ مسودہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داروں کے سپرد کر دیا تھا، لیکن اُس مسودہ کا اس کتاب میں کچھ سراغ نہیں ملتا۔ اس تاریخی رودادِ سفر کو منظر عام پر لانا مجلس کے اربابِ اختیار کی اوّلین ذمہ داری ہے اور مولانا لال حسین اختر ؒ جیسی بلند پایہ شخصیت پر اُن کی شایانِ شان مکمل سوانح حیات کی اشاعت کا فرض بھی وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ جس سے عہدہ برآ ہونا بہرصورت ضروری ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ (تبصرہ: ڈاکٹر محمد عمر فاروق)

● کتاب: قراردادِ مقاصد کا مقدمہ　مصنف: سردار شیر عالم خان ایڈووکیٹ　مترجم: چودھری محمد یوسف ایڈووکیٹ
ضخامت: ۲۰۶ صفحات　قیمت: ۱۵۰ روپے　ناشر: الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا، گوجرانوالہ

جب پہلی بار پاکستان کا نعرہ لگا تو اس کے ساتھ ہی ایک بحث نے ہندوستان میں جنم لیا۔ جب اس بحث کو بامِ عروج ملا تو ہندوستان تقسیم ہوگیا اور اس کے بعد ایک اور بحث کا آغاز ہوا کہ یہ کتنے دن باقی رہے گا؟ اور مشرقی پاکستان کا ساتھ کب تک قائم رہے گا؟ گویا مغربی پاکستان کو ''اصل حقیقت'' اور علامہ اقبال کا خواب تصور کر لیا گیا اور مشرقی پاکستان کو ایک اضافی صورت سمجھ لیا گیا (اسے غیر ضروری بھی کہا جاسکتا ہے) اور پھر جنرل ایوب خان کی بنگالیوں سے نفرت نے کام کر دکھایا۔ ایوب خان کے جانشین جنرل محمد یحیٰی خان نے مشرقی اور مغربی ہاتھ ایک دوسرے سے الگ کر دیئے۔ فوج کی نفرت نے پاکستان توڑ دیا۔ یہی فوج آج بار بار وطن عزیز کو فتح کر رہی ہے اور پاکستانیوں پر غداری کے مقدمے چلا رہی ہے۔ مملکتِ خداداد کی جیلیں بے گناہ شہریوں سے بھری ہوئی ہیں۔

پاکستان کے حوالے سے دو قراردادیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک قرارداد لاہور (۱۹۴۰ء) جسے بعدازاں

قراردادِ پاکستان کہا گیا۔ اس قرارداد سے پاکستان کے نام سے ایک مسلم ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ آزادی کے کچھ عرصہ بعد اس ملک پر فوج کا تسلط ہو گیا اور یہ مسلم ریاست امریکہ کی طفیلی ریاست بن گئی۔ اسلام کے نام پر حکمرانوں نے عوام کو دھوکہ دیا۔ ایک فوجی حکمران اسلام کی بات کرتا ہے تو دوسرا ’’روشن خیال‘‘ قوتوں سے مدد چاہتا ہے اور پھر یہ ہوا کہ اس ملک میں اسلام آیا اور نہ ہی ’’روشن خیالی‘‘ آئی۔

دوسری قرارداد جسے آئین پاکستان میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ قرارداد مقاصد ہے۔ زیرِ نظر کتاب اسی حوالے سے ہے۔ ابو عمار زاہد الراشدی اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ’’قرارداد مقاصد‘‘ کی دستوری حیثیت اور بالادستی کے حوالے سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں میں ہونے والے مباحث بھی اسی ذہنی کشمکش کے آئینہ دار ہیں۔ جن کی نقاب کشائی کی سعادت ملک کے معروف قانون دان سردار شیر عالم ایڈووکیٹ نے حاصل کی ہے اور اپنے پرمغز مقالہ میں انتہائی تدبر اور مہارت کے ساتھ اس ’’ذہنی الجھاؤ‘‘ کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔‘‘

قانون آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کے تحت پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی قائم ہوئی تھی۔ اس قانون کے تحت ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء کو (اس پر ابھی بحث ہو رہی ہے کہ آزادی کی تاریخ ۱۴؍اگست ہے یا ۱۵؍اگست) دو آزاد ریاستیں پاکستان اور بھارت معرضِ وجود میں آئیں۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ۱۲؍مارچ ۱۹۴۹ء کو ایک تاریخی قرارداد منظور کی۔ اس کو قرارداد مقاصد کا نام دیا گیا۔ اسی قرارداد نے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ بنایا۔ اور اس میں اس امر کو تسلیم کیا گیا کہ: ’’کل کائنات پر اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ اس کا استعمال ایک مقدس امانت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت ہوگا۔‘‘ اور ’’اسلام کے احکامات مملکت کو چلانے کے لیے رہنمائی اور ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان احکامات کو اسی طرح مانا جائے گا‘ جس طرح کہ قرآن وسنت میں درج ہے۔‘‘

دیباچہ کے آخر میں جسٹس (ر) تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

> ’’امید ہے کہ جب کسی دیگر کیس میں متنازعہ امور کا دوبارہ جائزہ لیا جائے گا تو جناب سردار شیر عالم کے دلائل کو مدنظر رکھا جائے گا۔‘‘

سردار شیر عالم (مرحوم) نے ’’حرفِ آغاز‘‘ میں لکھا کہ:

> ’’میں نے دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قراردادِ مقاصد مملکتِ پاکستان کے قانونی نظام کی اساسات کا مظہر ہے۔ اس کے ساتھ یہ قرارداد، قوانین اور مملکت کے ذمہ داران کے احکامات واقدامات کو پرکھنے اور تولنے کے لیے ایک میزان کی حیثیت رکھتی ہے۔‘‘

اس مقدمے کا مطالعہ ہر پڑھے لکھے پاکستانی کے لیے ضروری ہے۔ خاص طور پر ایسے پاکستانیوں کے لیے کہ جنھیں آئین اور قانون سے دلچسپی ہے اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ’’پاکستانی‘‘ ایک قابل رحم قوم ہے۔

کیوں کہ اس مملکتِ خداداد میں نہ آئین ہے اور نہ ہی قانون نام کی کوئی چیز۔ اللہ کرے کہ ہمارا شمار بھی زندہ قوموں میں ہو۔ (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● کتاب: خطبۂ حجتہ الوداع، اسلامی تعلیمات کا عالمی منشور　مصنف: ابوعمار زاہد الراشدی
ضخامت: ۱۲۸ صفحات　قیمت ۶۰ روپے　ناشر: الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا، گوجرانوالہ

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی نے ''خطبہ حجتہ الوداع'' کے موضوع پر ۳ تا ۷ ستمبر ۲۰۰۷ء میں دارالہدیٰ سپرنگ فیلڈ ورجینیا (واشنگٹن) میں پانچ لیکچرز دیئے۔ جنھیں امریکہ میں مقیم ان کے فرزند ناصر الدین خان عامر نے قلم بند کیا۔ یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آئے ہوئے ہر لفظ اور حرف نے بلندیوں کو پالیا۔ لوگ صدیوں سے ان لفظوں کے بارے میں سوچ رہے ہیں، ان پر غور کر رہے ہیں اور ان سے علم و دانش کی راہیں تلاش کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنھیں ہدایت دیتے ہیں وہ ان لفظوں سے رہنمائی بھی حاصل کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے صدقِ دل سے ایسا کیا ان پر معنی کا جہان کھلتا چلا گیا۔ زاہد الراشدی صاحب نے بھی صدقِ دل سے خطبہ حجتہ الوداع سے رہنمائی حاصل کی۔ ان پر بہت کچھ روشن ہوا۔ اسی روشنی کو انھوں نے لوگوں میں عام کردیا۔ ورنہ یہ گفتگو تو امریکہ میں چند افراد کے سامنے ہوئی تھی۔ اب کتاب آئی ہے تو آواز کو زندگی مل گئی ہے۔

راشدی صاحب فرماتے ہیں:

> ''جناب سرورِ کائنات، فخر موجودات، شفیع المذنبین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ وسلم کا ہر ایک ارشاد، ہر جملہ اور ہر لفظ اہمیت کا حامل ہے۔ ہر ایک لفظ میں، ہر ایک جملے میں ہمارے لیے ہدایت اور رہنمائی کے بہت سے پہلو ہیں۔ لیکن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں ارشادات عالیہ میں چند ارشادات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے' ان میں حجتہ الوداع کا خطبہ بھی شامل ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے راشدی صاحب کی مدد فرمائی اور انھوں نے اس خطبہ کو یوں بیان فرمایا کہ ہدایت پانے والوں کے لیے آسانی ہوگئی۔ حدیث اور سیرت و تاریخ کی کتب سے اس کتاب میں خطبہ سے پہلے محمد عمار خان ناصر (راشدی صاحب کے فرزند) نے حدیث اور سیرت و تاریخ کی کتب سے خطبۂ حجتہ الوداع کی روایات کو یک جا کردیا۔ زاہد الراشدی صاحب کے بقول: ''خطبۂ حجتہ الوداع کے اب تک شائع ہونے والے متون اور مجموعوں میں یہ زیادہ جامع اور باحوالہ ہے۔'' اس نیک کام میں راشدی صاحب کے لائق فرزند بھی شامل ہیں (ماشاء اللہ) اللہ تعالیٰ اس خاندان کو سلامت رکھے۔ بہت دیر تک یہ لوگ دین کی خدمت کرتے رہیں۔ (آمین) (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● کتاب: جامعہ حفصہ کا سانحہ (حالات و واقعات کا لائحہ عمل)　مصنف: ابوعمار زاہد الراشدی
ضخامت: ۱۳۰ صفحات　قیمت: ۶۰ روپے　ناشر: الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا، گوجرانوالہ

ان دنوں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے افسوسناک واقعہ پر کتابیں آ رہی ہیں۔ ہماری پاک فوج نے مسجد اور جامعہ پر گولیاں برسائیں، آگ برسائی۔ ہم جب دشمن کو لاشیں واپس کرتے ہیں تو وہ قابل شناخت ہوتی ہیں۔ لیکن دارالحکومت میں ہم نے اپنے ہی لوگوں کی لاشیں ناقابل شناخت بنادیں۔ اور ہم نے اپنے ہی لوگوں (جن میں زیادہ تر بچے اور عورتیں شامل تھیں) چہرے مسخ کر دیئے۔ جب فوج نے حملہ کیا تو پھر کوئی زندہ باہر نہیں آیا۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا بدترین واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو ایسے واقعات سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

مولانا زاہدالراشدی صاحب نے اس موضوع پر مختلف پہلوؤں پر اپنے تأثرات اور احساسات قلم بند کیے۔ ان کے مضامین اور کالم ماہنامہ ''الشریعۃ''، روزنامہ ''اسلام'' اور روزنامہ ''پاکستان'' میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

راشدی صاحب لکھتے ہیں:

> ''میری ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے مضامین اور کالموں میں متعلقہ مسئلہ کی معروضی صورت حال کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں دینی نقطۂ نظر کو بھی متوازن انداز میں پیش کر دیا جائے۔''

اگر اس کتاب کو توجہ سے پڑھا جائے تو شاید آئندہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کا افسوس ناک واقعہ پیش نہ آئے۔ راشدی صاحب نے پس منظر اور پیش منظر کو بخوبی واضح کیا ہے۔ انھوں نے یہاں دین سے رہنمائی حاصل کی۔ انھوں نے جذباتی انداز اختیار نہیں کیا۔ اس واقعہ کو سمجھنے کے لیے یہ مفید کتاب ہے۔ (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

- کتاب: سورۃ کہف کی تفسیر کے تناظر میں دجّالی فتنہ کے نمایاں خدّ وخال تصنیف: مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ
تحقیق جدید: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ مرتب: حضرت مولانا غلام محمد صاحب مدظلہ
ضخامت: ۳۰۴ صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

امام المحدثین حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے شاگرد اور فن حدیث میں ان کے فلسفیانہ اور منطقی ذہنی پس منظر کے وارث وحامل مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے قلمِ فیض رقم کی جلوہ نگاریاں محتاج تعارف وتبصرہ نہیں۔

زیرنظر کتاب درحقیقت مولانا مناظر احسنؒ کی سورۂ کہف کی ایک نہایت عجیب ومنفرد تفسیر ہے۔ مسلک سلف کا لحاظ، اصول مقررہ پر ثبات، روایت کی آبرو کا پاس، جدت اور جدیدیت کی فسوں کاریوں کا خیال، منطق اور فلسفہ کی مہیب گھاٹیوں کا نہایت باسہولت عبور، علم التاریخ، تاریخ بنی اسرائیل، یہود ونصاریٰ سے مکمل آگاہی، دجّال، یاجوج ماجوج اور سیدنا موسیٰ وخضر علیہما السلام کے ذکر پر مشتمل احادیث واقاویل کا کشید کردہ عطر اور خاص طور پر اپنے عظیم استاد سید الامام انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کی عظیم علمی تحقیقات سے جابجا اقتباس۔ یہ اس کتاب کے محاسن حمیدہ اور ''مناظر حسنہ'' کی ایک نہایت ہی مختصر فہرست ہے۔

ایک ایسی اعلیٰ کتاب جو قاری کے دل میں علم کی شمع روشن کر دیتی ہے۔ راقم کے بس میں ہو تو جہاں جہاں اردو بولی جاتی ہے اس کتاب کو شاملِ نصاب کر دے۔

پروف کی غلطیوں کے انبار عام قاری کے ذہن کو توحّش میں مبتلا کرتے ہیں۔ جناب ناشر کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

● کتاب: اشرف اللطائف　　مرتب: محمد اسحاق ملتانی

ضخامت: ۲۰۸ صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ زمانہ قریب کے مجدّد تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عجیب شان سے نوازا تھا۔ آپ ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے اور نہایت فصیح و بلیغ زبان لکھنے میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔

فاضل مرتب نے حضرت تھانوی کی کثیر تصنیفات میں جا بجا پھیلے ہوئے فصاحت و ذہانت اور مزاح سے بھرپور جملوں کو منتخب کر کے عطر مجموعہ ''اشرف اللطائف'' کے نام سے اپنے قارئین کو پیش کر دیا۔

کتاب بنیادی طور پر پُر از فطانت و ذہانت جملوں کا ایک گل دستہ ہے۔ جس میں کچھ لطیف و دقیق علمی مسائل بھی ہیں اور کچھ مزاح پارے بھی شامل ہیں۔

کتاب کی فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مرتب و جامع نے حضرت تھانوی کی تصنیفات کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد جہاں کہیں صوتی طور پر ہم آہنگ دو الفاظ دیکھے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ ان میں بعض اوقات سیاق و سباق سے کٹی ہوئی عبارتیں ایسی بھی ہیں جو نا قابل فہم ہیں۔

کتاب مجموعی طور پر قابل مطالعہ ہے لیکن فاضل مرتب کی نظر ثانی کی محتاج بھی۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

● کتاب: ۲۰۰ مردانِ حق　　مرتب: پروفیسر عشرت حسین جاوید

ضخامت: ۳۳۶ صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان

تاریخ کے بارے میں کسی ستم ظریف کا ایک انتہائی خوبصورت جملہ ہے کہ ''تاریخ اکابر کی سوانح عمریوں کا نام ہے۔''

زیرِ نظر کتاب میں اوراقِ تاریخ پر جگمگانے والے ۲۰۰ عظیم افراد کے عظیم واقعات کو جمع کیا گیا ہے۔

کتاب کی ترتیب نزول زمانی کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مبارک زمانے سے چند واقعات لیے گئے ہیں۔ لیکن یہاں خوگرِ حمد اپنے آپ کو یہ کہنے پر مجبور پاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور کو ''خلافت وملوکیت'' کے دو علیحدہ علیحدہ ادوار میں تقسیم کرنا نا قابل فہم ہے۔ ایسی قابل احترام شخصیات کے واقعات کے انتخاب میں ہمہ نوع احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک ہی وصف کی بنا پر کوئی ایک شخصیت محترم بن رہی ہوتی ہے اور کہیں اسی وصف کے نہ پائے جانے کی بنیاد پر کوئی دوسری شخصیت قابل احترام بن جاتی ہے۔

واقعات کے انتخاب میں مستند کتابوں سے استفادے کو مدنظر رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے تا کہ قاری کے ذہن پر شخصیت کا درست تاثر قائم ہو۔

شخصیات کے تعارف و تذکرہ اور دلچسپ واقعات کے اعتبار سے کتاب لائقِ مطالعہ ہے۔ لیکن حجم کی مخصوص

داستان پسند طبائع کے لیے یقیناً باعث تسکین ہے۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

● کتاب: دینی مدارس کا نصاب ونظام، نقد ونظر کے آئینے میں　　مصنف: مولانا ابوعمار زاہد الراشدی مدظلہ

ضخامت: ۲۱۶ صفحات　قیمت: ۲۷۰ روپے　　ناشر: الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا، گوجرانوالہ

واحد تقسیم کار: دارالکتاب غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

مدرسہ اگر قوموں کی تربیت گاہ کا نام ہے تو بلاشبہ اس تربیت گاہ میں استاد کے بعد سب سے اہم کردار نصابِ تعلیم کا ہوتا ہے۔ نصابِ تعلیم کی قوت وضعف پر ہی اصل میں قوموں کی ذہنی اپج کا مدار ہوا کرتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں ۱۸۵۷ء میں ایک خونیں انقلاب کا ظہور ہوا۔ جس کے بعد قومی رہنماؤں نے قومی مسائل کا ادراک کرتے ہوئے مختلف مکاتب اور مدارس کو قائم کیا۔ ان میں محمڈن نیشنل کالج علی گڑھ اور دارالعلوم دیوبند نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

ان دونوں اداروں کے نصاب میں جہاں بہت سی جگہوں پر مماثلت موجود تھی' وہاں کئی جگہ پر اختلاف بھی پایا جاتا تھا۔ نصاب میں اختلاف کا پایا جانا کوئی معیوب یا ناپسندیدہ بات ہرگز نہیں۔ جب کبھی دو مختلف الرائے لوگ اپنی ضروریات کے پیشِ نظر کچھ تجویز کریں تو اس میں اختلاف کا پایا جانا عین ممکن ہے۔ ایک دوسرے کی غلطیوں کی نشاندہی بھی اگر ہمدردی اور خلوص سے کی جائے تو پسند کی جاتی ہے۔

پاکستان میں گزشتہ کئی سالوں سے دینی مدارس میں اصلاحات کے مطالبے کی صدائیں سننے میں آرہی ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ مطالبہ کرنے والوں میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جنھیں واضح طور پر مدارس کے نظام کا کوئی ادراک نہیں ہے۔ یا بالفاظ دیگر جنھوں نے کبھی کسی مدرسے کو اندر سے نہیں دیکھا لیکن تبدیلی کا مشورہ کہیں سے بھی دیا جائے' اس پر غور کرنا عین تقاضائے عقل ودانش ہے۔

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی دینی حلقوں کے ایک معروف ومشہور بزرگ اور دانشور ہیں۔ خوبصورت اسلوب میں اہم قومی مسائل کا تجزیہ وتحلیل آپ کی تحریر کا خاص انداز ہے۔

زیرِ نظر کتاب آپ کے ان کالموں کا مجموعہ ہے جس میں آپ نے دینی مدارس کے نصاب، نظام اور طریقۂ تعلیم کا جائزہ لیا ہے۔ اور ان میں اصلاح کے پہلوؤں کی واضح نشاندہی کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ''نام نہاد'' اصلاح کے مطالبہ کاروں کے اعتراضات کا خوبصورت تجزیہ بھی کیا ہے۔ کتاب اپنے مشمولات کے لحاظ سے دورِ حاضر کے تناظر میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ مدارس کے منتظمین، کارپردازان اور وفاق ہائے مدارس کی نصاب کمیٹیوں کے ارکان کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

ادارہ

اخبارالاحرار

مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

انتخاب مجلس احرار اسلام الہ آباد:

الہٰ آباد (۲۱رنومبر ۲۰۰۷ء) مجلس احرار اسلام الہ آباد تحصیل لیاقت پور کا اجلاس ہوا۔ جس میں مولانا غلام محمد چشتی، مولانا اصغر علی ناصر، مولانا قاری اسلم، اعجاز احمد ضیاء، محمد انیس، محمد ارشد، محمد زاہد، جمشید ہاشمی، اعجاز الحسنین، مظہر علی، عبیداللہ اور عبدالمنان معاویہ نے شرکت کی۔ اجلاس میں درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب کیا گیا:

مولانا غلام محمد چشتی (سرپرست)، مولانا اصغر علی ناصر (امیر)، عبدالمنان معاویہ (سیکرٹری جنرل)، مولانا قاری محمد اسلم (ناظم نشریات)

مقامی مجلس شوریٰ: اعجاز احمد ضیاء، محمد انیس، محمد ارشد، محمد زاہد، جمشید ہاشمی، اعجاز الحسنین، مظہر علی، عبیداللہ

تمام اراکین نے عقیدۂ ختم نبوت اور عظمتِ صحابہ واہل بیت کے تحفظ کے لیے آخری سانسوں تک جدوجہد کرنے کا مصمم ارادہ و وعدہ کیا۔ اس موقع پر مولانا غلام محمد چشتی نے فرمایا کہ تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلے میں خان پور کٹورہ میں جلوس نکالا گیا تو میں اس جلوس میں شریک تھا۔ اس جلوس کی قیادت حضرت مولانا عبدالہادی رحمتہ اللہ علیہ فرما رہے تھے۔ اور حضرت صاحب کو چارپائی پر لایا گیا تھا۔ اگر ہم یہ کام نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کسی اور مخلوق سے اپنے دین کا کام لے لے گا۔ اجلاس مولانا غلام محمد چشتی کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

انتخاب مجلس احرار اسلام چشتیاں (ضلع بہاول نگر):

قاری عطاء اللہ احرار (امیر)، محمد اکرم ریاض (ناظم)، علی اصغر (ناظم نشریات)

انتخاب مجلس احرار اسلام کلورکوٹ (ضلع بھکر):

حافظ محمد سالم (امیر)، محمد نثار (ناظم)، تنویر احمد (ناظم نشریات)

انتخاب مجلس احرار اسلام جتوئی (ضلع مظفرگڑھ):

حافظ خدا بخش (امیر)، ملک فضل کریم (نائب امیر)، ماسٹر حاجی مشتاق احمد (ناظم)، ماسٹر محمد اسلم (نائب ناظم) منیر احمد (ناظم نشریات)

ڈاکٹر ریاض احمد (رکن مرکزی شوریٰ)

انتخاب مجلس احرار اسلام ملتان:

شیخ نذیر احمد (امیر)، شیخ نیاز احمد (نائب امیر)، حاجی محمد ثقلین (ناظم)، سعید احمد (نائب ناظم)، شیخ حسین اختر لدھیانوی (ناظم نشریات)

ارکان مرکزی مجلس شوریٰ: شیخ نذیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، حاجی محمد ثقلین

انتخاب مجلس احرار اسلام رحیم یار خان:

حافظ محمد عباس (امیر)، مولوی محمد بلال (ناظم)، حافظ محمد صدیق قمر (ناظم نشریات)

ارکان مرکزی مجلس شوریٰ: مولوی فقیر اللہ رحمانی، حافظ عبدالرحیم نیاز، مولوی محمد بلال، مولوی کریم اللہ، مرزا محمد واصف، حافظ محمد اشرف

انتخاب مجلس احرار اسلام ساہیوال:

ساہیوال (۲ر دسمبر) مجلس احرار اسلام تحصیل ساہیوال کے اراکین و معاونین کا ایک اجلاس مرکزی ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ کی زیر صدارت چک نمبر ۹۲۔۶ آر میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں متفقہ طور پر درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

مولانا محمد صفدر عباس (امیر)، محمد عتیق صدیق (ناظم)، حافظ محمد معاویہ خالد (ناظم نشریات) جب کہ مقامی عہدیداران سمیت مولانا طالب حسین، ڈاکٹر عبدالستار، بھائی عبدالرشید اور بھائی مختار احمد پر مشتمل مقامی مجلس شوریٰ بھی تشکیل پائی۔

انتخاب مجلس احرار اسلام بورے والا (ضلع وہاڑی):

صوفی عبدالشکور (امیر)، مولانا عبدالنعیم نعمانی (ناظم)، محمد نوید طاہر (ناظم نشریات)

انتخاب مجلس احرار اسلام کلاچی (ڈیرہ اسماعیل خان)

حافظ محمد اسرار (امیر)، عبدالحمید خان گنڈہ پور (ناظم)، حاجی عبدالستار خان گنڈہ پور (ناظم نشریات)

انتخاب مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان:

غلام حسین احرار (امیر)، حکیم حافظ غلام یٰسین (نائب امیر)، حاجی محمد نواز (ناظم)، صوفی امان اللہ (نائب ناظم)، محمد مشتاق احمد صدیقی (ناظم نشریات)

مقامی مجلس شوریٰ: حکیم حافظ غلام یٰسین، حافظ فلک شیر، غلام حسین احرار، حاجی محمد نواز، حافظ فتح محمد، حاجی عبدالعزیز، صوفی امان اللہ، حافظ محمد لطیف، محمد یونس قریشی، محمد یونس ندیم، حافظ محمد عرفان، مشتاق احمد صدیقی

مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے نو منتخب عہدیداروں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے غلام حسین احرار نے کہا کہ موجودہ حکمرانوں کی تمام پالیسیاں امریکہ اور مغربی ممالک کی پیداوار ہیں۔ حکمرانوں نے ۱۶ کروڑ عوام کو سامراج کے ہاتھ گروی رکھا ہوا ہے۔ مشتاق احمد صدیقی نے کہا کہ تونسہ میں پیپلز پارٹی نے حلقہ ۲۴۰ میں قادیانی امیدوار امام بخش قیصرانی کو ٹکٹ دے کر قادیانیت نوازی کی بدترین مثال قائم کی ہے۔ مجلس احرار اس کی پرزور مذمت کرتی ہے۔ حاجی محمد نواز اور حافظ حاجی فتح محمد نے کہا کہ حکمرانوں نے دن رات بجلی کی لوڈ شیڈنگ اور روزافزوں مہنگائی کر کے عوام کو ظلم کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ حافظ فلک شیر صدیقی اور حکیم حافظ غلام یٰسین نے کہا کہ حکمرانوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے عدلیہ، ججز، وکلاء اور صحافیوں کو یرغمال بنا رکھا ہے۔

عالمی مبلغ ختم نبوت عبدالرحمٰن باوا کا دورۂ پاکستان اور مرکز احرار میں تشریف آوری

ختم نبوت اکیڈمی لندن کے ڈائریکٹر اور عالمی مبلغ ختم نبوت جناب عبدالرحمٰن باوا اپنے دورۂ پاکستان کے موقع پر ۲۵/اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات کراچی سے ملتان پہنچے جہاں دارِ بنی ہاشم ملتان میں سید محمد کفیل بخاری اور دیگر رفقاء جماعت نے ان کا خیر مقدم کیا۔ وہ اسی شام محمد معاویہ رضوان کی معیت میں چیچہ وطنی تشریف لائے۔ جہاں رفقاء جماعت نے ان کا پرتپاک خیر مقدم اور استقبال کیا۔ جب کہ بعد نماز عشاء جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ میں ''درسِ ختم نبوت'' کے عنوان سے منعقدہ اجتماع سے خطاب کیا۔ اس اجتماع کی صدارت جامع مسجد کے خطیب شیخ الحدیث مولانا محمد ارشاد نے کی۔ جب کہ عبداللطیف خالد چیمہ نے باوا صاحب اور ان کے کام کے حوالے سے تعارفی کلمات کہے۔ تلاوت قرآن کریم مولانا منظور احمد نے کی۔ جب کہ نقابت کے فرائض حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر نے ادا کیے۔ بعد ازاں ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ کی رہائش گاہ پر ان کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مجلس احرار اسلام کے کارکنوں اور دارالعلوم ختم نبوت کے اساتذہ نے خصوصی شرکت کی۔ اگلے روز ۲۶/اکتوبر جمعۃ المبارک کو محترم باوا صاحب عبداللطیف خالد چیمہ کی معیت میں ساہیوال تشریف لے گئے۔ محمد ارشد چوہان، حافظ محمد معاویہ راشد اور سید رمیز احمد بھی ہمراہ تھے۔ ۱۹۸۴ء کے شہداء ختم نبوت قاری بشیر احمد حبیب رحمۃ اللہ علیہ (امیر مجلس احرار ساہیوال و استاد جامعہ رشیدیہ) اور اظہر رفیق رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں جامعہ رشیدیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس نماز جمعۃ المبارک سے قبل منعقد ہوئی۔ جس میں قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری، جناب عبدالرحمٰن باوا، مولانا خلیل احمد رشیدی اور عبداللطیف خالد چیمہ نے خطاب کیا۔ اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لیے مولانا کلیم اللہ رشیدی مہتمم و قاری سعید ابن شہید ناظم جامعہ رشیدیہ نے بھرپور محنت کی۔

بعد ازاں جامعہ اشرفیہ مرکزی جامع مسجد عید گاہ ساہیوال میں مولانا عبدالستار اور مولانا عبدالباسط نے باوا صاحب کے اعزاز میں عصرانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ جس میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے قاری منظور احمد طاہر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے محمد اسلم بھٹی، قاری محمد اقبال اور دیگر حضرات نے بھی شرکت کی۔ اس کے بعد مولانا محمد شفیع قاسمی خطیب جامع مسجد معاویہ سکیم نمبر ۳ ساہیوال کے ہاں نظم کے مطابق تشریف لے گئے اور نماز مغرب کے بعد احباب سے ملاقات ہوئی۔ رات واپس چیچہ وطنی دفتر احرار تشریف لائے اور عالمی سطح پر تحفظ ختم نبوت، ردّ قادیانیت اور میڈیا کے حوالے سے مفید مشورے ہوئے۔

اگلے روز ۲۷/اکتوبر کو عبداللطیف خالد چیمہ، حافظ محمد معاویہ راشد اور سید رمیز احمد کے ہمراہ لاہور دفتر مرکزیہ احرار کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاں پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی خصوصی طور پر صبح سے منتظر تھے۔ اس موقع پر قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، ملک محمد یوسف، چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ کے علاوہ جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا عبدالرؤف فاروقی، پاکستان شریعت کونسل کے رہنما قاری جمیل الرحمٰن اختر، حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کے فرزند اور مرکز سراجیہ لاہور کے مدیر صاحبزادہ رشید احمد، محترم محمد متین خالد، محترم وقار احمد، محترم محمد عامر خورشید سے ملاقاتیں اور مشاورت ہوتی رہی۔ خصوصاً عالمی سطح پر میڈیا کے حوالے سے ختم نبوت کے کام کو منظم

کرنے ،ڈاکٹرز ہسپتال جوہر ٹاؤن لاہور کے انتظامی صدر ڈاکٹر مبشر احمد قادیانی اور جنرل ہسپتال لاہور کو ایک امریکن کمپنی کے ذریعے قادیانیوں کے سپرد کرنے جیسے اہم امور پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔

۲۸؍اکتوبر کو محترم ملک محمد یوسف کے ہاں گئے اور انھی کی معیت میں حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ کی خدمت میں حاضری دی۔عبداللطیف خالد چیمہ، حافظ محمد معاویہ راشد، سید رمیز احمد اور غلام رسول بھی ہمراہ تھے۔حضرت مدظلہ کی عیادت اور ان سے ملاقات کے بعد جامعہ مدنیہ کریم پارک میں مولانا رشید میاں اور بعدازاں مولانا محمود میاں سے ملاقات کر کے دفتر مرکزیہ نیو مسلم ٹاؤن تشریف لائے اور شام کو سید محمد کفیل بخاری اور دیگر احباب نے ان کو لاہور سے کراچی کے لیے رخصت کیا۔کراچی قیام کے دوران انھوں نے تحفظ ختم نبوت ،ردّ قادیانیت اور دیگر حوالوں سے لٹریچر کی اشاعت کے کام کی براہِ راست نگرانی کی ۔ بھائی محمد شفیع الرحمٰن ،مولانا محمد احتشام الحق معاویہ اور دیگر ساتھیوں کا رابطہ اور مشورہ جاری رہا۔سید محمد کفیل بخاری نے اپنے مختصر دورۂ کراچی کے موقع پر ۱۹؍نومبر کو بھائی محمد شفیع الرحمٰن کے ہمراہ کراچی میں ان کی رہائش گاہ پر ملاقات ومشاورت کی اور ۲۱؍نومبر کو جناب عبدالرحمٰن باوا کراچی سے لندن روانہ ہوگئے ۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۲۶؍نومبر ۲۰۰۷ء) کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات اور مجلس احرار اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ نے قادیانی سربراہ مرزا مسرور کے اس بیان کو مسترد کیا ہے' جس میں مرزا مسرور احمد نے لندن سے کہا ہے کہ'' قادیانی پاکستان کی بقاء اور سالمیت کی کوشش کرتے ہیں۔'' عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ قیامِ پاکستان سے قبل قادیانی جماعت نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے گورداسپور کو بھارت کا حصہ بنوانے کے حق میں رائے دے کر پاکستان کی بجائے بھارت کے حق میں ووٹ دیا تھا۔جس کی وجہ سے آج تک مسئلہ کشمیر الجھا ہوا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ قادیانی اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق اکھنڈ بھارت کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ'' آخر کار ہمیں واپس ہندوستان جانا ہے۔''

خالد چیمہ نے کہا کہ مرزا مسرور اپنی جماعت کی ملک دشمن پالیسیوں کے تسلسل کو ایک بیان سے دھو نہیں سکتے ۔ پاکستان میں ماضی میں ہونے والے فرقہ وارانہ اور مذہبی فسادات میں قادیانی عنصر منظر عام پر آچکا ہے۔حتیٰ کہ خانیوال کے قریب ''شانتی نگر'' میں عیسائی مسلم فسادات بھی لاہور ہائی کورٹ کی انکوائری کے مطابق قادیانی شاخسانہ تھے۔انھوں نے کہا کہ مسلم مذہبی طبقات کی باہمی منافرت کو ہوا دینے اور لڑائی کو بھڑکانے کے لیے قادیانی سازشیں تاریخ کا حصہ ہیں۔اب بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ حکمران اور سیاست دان قادیانی چالوں سے ہوشیار رہیں اور آئندہ سیاسی سیٹ اپ میں قادیانیوں کو کوئی سیاسی کردار دینے والوں کی خطرناک اور گھناؤنی سازشوں اور چالوں پر اندر کی آنکھ سے نظر رکھیں ۔

☆☆☆

ساہیوال (۲؍دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ لادین نظام ہائے ریاست وسیاست کے علمبرداروں اور اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کے علمبرداروں کے طرزِ سیاست میں

خطرناک حد تک مماثلت بڑھتی جا رہی ہے جو اچھا شگون نہیں ہے اور اس کی بنیادی وجہ اصل اہداف و مقاصد سے روگردانی اور مفادات کی انتخابی سیاست کو محور و مرکز قرار دے کر اس پر عمل پیرا ہونا نظر آتا ہے۔ یہ سارا شاخسانہ مغربی طرزِ جمہوریت کو اپنانے کا ہے۔ وہ ساہیوال کے چک نمبر ۹۲۔ ۶، آر میں مجلس احرار اسلام تحصیل ساہیوال کے کارکنوں اور معاونین کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے احرار کارکنوں پر زور دیا کہ وہ اعلائے کلمۃ الحق اور قادیانی سرگرمیوں کے سدباب کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ انھوں نے کارکنوں سے کہا کہ وہ تعلیم و تربیت، میڈیا اور لابنگ کے ذریعے اپنے پرامن کام کو زیادہ منظم کریں۔ اجلاس میں پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن بے نظیر بھٹو اور پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت سے مطالبہ کیا گیا کہ تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں صوبائی اسمبلی کی سیٹ (حلقہ ۲۴۰ پی پی) پر قادیانی امیدوار امام بخش قیصرانی کی نامزدگی بلا تاخیر واپس لی جائے کہ ایسا کرنا مسئلہ ختم نبوت سے صریحاً غداری کے مترادف ہے۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے اور مساجد سے مشابہت رکھنے والی تمام قادیانی عبادت گاہوں کی شکل تبدیل کی جائے۔ ایک اور قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ مشن ہسپتال ساہیوال کے سامنے دفعہ ۱۴۵ کی کارروائی کے تحت سیل ہونے والی قادیانی عبادت گاہوں کو کھولنے والے قادیانیوں کے خلاف کارروائی کی جائے اور حسین آباد کالونی ساہیوال میں جاری قادیانی ارتدادی سرگرمیوں کا فوری سدباب کیا جائے۔ اجلاس میں ذرائع ابلاغ پر پابندیوں پر شدید نکتہ چینی کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ آزادیٔ رائے کے اظہار پر لگائی گئی پابندیاں فی الفور ہٹائی جائیں۔ اجلاس میں وکلاء اور ججز کی تاریخ ساز جدوجہد کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

☆☆☆

لاہور (۶ ردسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ ۸ سال سرزمین مقدس میں گزار کر بھی نواز شریف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور وہ اب بھی امریکی پالیسیوں اور کفریہ ایجنڈے کے غلام بن کر اپنا نیا ایجنڈا تشکیل دینے میں مصروف ہیں۔ انھیں چاہیے کہ واشنگٹن کی بجائے مکہ و مدینہ سے تعلق جوڑیں۔ ملک کو اصل خطرہ پرویزیت اور کفریہ تہذیب سے ہے۔ اسلامائزیشن امن کا دوسرا نام ہے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے ایک بیان میں کہا ہے کہ طاغوت کی حکمرانی کے خلاف بغاوت کر کے وکلاء اور ججز نے اپنی تحریک سے ملکی سلامتی میں ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔ اپوزیشن متحد ہو کر الیکشن کا بائیکاٹ کر کے طاغوت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک سکتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں طاغوت سے جنگ دین و ملت کے تحفظ کا تقاضا ہے اور جو کوئی طاغوت کا سہارا بن رہا ہے، وہ دین و ملت سے غداری کا مرتکب ہو رہا ہے۔

☆☆☆

لاہور (۶ ردسمبر) تحریک ختم نبوت اور مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس اور مولانا محمد مغیرہ نے کہا ہے کہ اس صورت حال پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ قادیانی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مختلف پارٹیوں سے امیدوار بن کر سامنے نہ آئیں۔ احرار رہنماؤں نے اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا کہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کے حلقہ پی پی ۲۴۰ میں سکہ بند قادیانی امام بخش قیصرانی کو ٹکٹ دیا گیا ہے جو نہ صرف بدترین قادیانیت نوازی ہے بلکہ ملک و ملت سے غداری کے مترادف بھی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم

نے ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو پارلیمنٹ میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا اور بھٹو کی بیٹی قادیانیوں کو نواز رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ بھٹو نے تو یہ کہا تھا کہ ''قادیانی چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔'' یعنی ہماری پالیسیاں ان کی مرضی کے مطابق چلیں۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ تمام سیاسی جماعتوں کو باخبر رہنا چاہیے کہ کوئی قادیانی بھیس بدل کر دھوکہ نہ دے سکے۔ انھوں نے کہا کہ جداگانہ طرز انتخاب کو ۱۷ویں ترمیم کے ذریعے ختم کرنے کا موجب بننے والی قوتیں ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ اس امر کا جائزہ بھی لیں کہ کہیں اس کا فائدہ قادیانیوں کو تو نہیں ہوگا؟

☆☆☆

ملکہ ہانس (۱۱؍دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ مدارس دینیہ دنیا میں امن و آشتی کے علمبردار ہیں اور قرآنی و آسمانی تعلیمات کے مراکز ہیں جو عالمی استعمار اور ان کے حاشیہ برداروں کی طرف سے منفی پراپیگنڈے اور ان کے ختم کرنے کے نت نئے ہتھکنڈوں کے باوجود انتہائی کٹھن حالات میں اپنا کام کر رہے ہیں اور مخالفت کے باوجود مدارس و مساجد کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ جامع مسجد فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) ملکہ ہانس میں ''تحفظ ختم نبوت'' اور ''مدارس دینیہ کی ضرورت و اہمیت'' کے موضوع پر ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ مفتی ذکاء اللہ، مولانا کلیم اللہ رشیدی، مولانا محمد سلیم اللہ سہو اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ امریکہ اور یورپ میں اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے ''اکیڈمک ادارے'' کام کر رہے ہیں۔ جن میں یہود و نصاریٰ کو اسلامی تعلیمات کا لباس پہنا کر بہروپیے تیار کیے جا رہے ہیں اور دور ایسا آ گیا ہے کہ اصل و نقل میں فرق سمجھانے والے خود مصلحتوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ منکرات کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے انتخابی سیاست کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ ایسے میں حق و صداقت کا پرچم بلند کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے مگر یہی وقت اعلائے کلمۃ الحق کا ہے کہ ہمارے اکابر و اسلاف کا یہی طرۂ امتیاز تھا۔ آج اگر ہم نے اپنے فرض منصبی سے مجرمانہ اغماض برتا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ انھوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کی شہ رگ ہے اور قادیانیوں سمیت انکارِ ختم نبوت پر مبنی تمام فتنے اسلام کو اس کی جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بعض سیاسی جماعتوں کی طرف سے بعض انتخابی حلقوں میں قادیانی اور قادیانی نواز امیدواروں کو نامزد کرنے کی اطلاعات ہیں جن کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ ہم قادیانی اور قادیانی نواز امیدواروں کی بابت متعلقہ حلقوں کے عوام کو خبردار کریں گے اور بھرپور مہم چلائی جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ سول اور فوجی بیوروکریسی میں مسلط قادیانی ملکی سلامتی کے حوالے سے بڑا خطرناک کھیل، کھیل رہے ہیں اور ایوانِ صدر کے ذریعے قادیانی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ وکلاء اور ججز نے اپنی جدوجہد کے حوالے سے استقامت کا بے مثال مظاہرہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ تمام مشکلات اور موجودہ بحران کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے اور مکمل اور خالص اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کرنے والے بن جائیں اور اس ملک کے مقصدِ قیام کی طرف لوٹ آئیں۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۱۲ردسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکز یہ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ سیاسی جماعتیں اپنے فیصلے ''خود'' کرنے کی پوزیشن سے دور ہٹتی جارہی ہیں اور فوج سمیت ملکی ادارے کمزور کرنے کے بعد متنازعہ بنادیئے گئے ہیں۔انتہاپسندی کے خاتمے کا نعرہ لگانے والے موجودہ حکمران کے تمام فیصلے اور اقدامات انتہاپسندی اور خود پسندی کے مظہر ہیں۔مخلوط طرزِ انتخاب بھی سیکولر ایجنڈے کا حصہ ہے۔جس کا مقصد قادیانی ارتداد کے پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرنا ہے۔وہ ضلع پاک پتن اور ضلع ساہیوال کے دورے کے اختتام پر چیچہ وطنی احرار میڈیا سنٹر میں خطاب کررہے تھے۔انھوں نے کہا کہ موجودہ حکومت اوراس کے اقدامات کے خلاف ججز اور وکلاء کی جدوجہد سے قوم کو حوصلہ ملا ہے۔ہم وکلاء برادری کی استقامت اور کردار پران کو سلام پیش کرتے ہیں۔انھوں نے کہا کہ وکلاء کے تاریخ ساز کردار نے جرأت و بہادری کی نئی تاریخ رقم کی ہے۔انھوں نے کہا کہ یہی وقت جدوجہد اوراستقامت کا ہے اور آنے والے وقت میں طاغوت کے تابوت کو اٹھانے والا بھی کوئی نہ ملے گا۔انھوں نے تحریک ختم نبوت اور احرار کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ مختلف سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کے روپ میں کھڑے ہونے والے قادیانی اور قادیانی نواز امیدواروں کے کوائف اکٹھے کرکے قوم کو آگاہ کریں اور قادیانی سازشوں پر گہری نظر رکھیں۔علاوہ ازیں سوال وجواب کی ایک نشست سے خطاب کرتے ہوئے قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ اسلام ایک مکمل دین اور ضابطہ حیات ہے۔جس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور الہامی قوانین کے مقابلے میں انسانی قوانین ہیچ اور ناقص ہیں۔انھوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ساٹھ سالہ تلخ تجربات کے بعد اب ہمیں پاکستان کو مزید تجربات کی آماجگاہ بنانے کی بجائے خالص اور مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کو منظم کرنا چاہیے اوراس کے لیے سب سے زیادہ ذمہ داری دینی جماعتوں کی ہے کہ وہ مغربی طرزِ جمہوریت کی بجائے اسلام کے شورائی نظام اورحکومتِ الٰہیہ کے لیے پرامن جدوجہد شروع کردیں۔

☆☆☆

جلال پور پیروالا۔رپورٹ: محمد سفیان عبداللہ (۱۷ردسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکز یہ سید عطاء المہیمن بخاری نے ۱۳ اور ۱۴ ردسمبر کو تحصیل جلال پور پیروالا تحصیل شجاع آباد اور ضلع لودھراں کا دوروزہ جماعتی دورہ کیا۔انھوں نے نواحی موضع حافظ والا کے مدرسہ احسن العلوم میں ایک دینی اجتماع سے خطاب کے بعد اسی روز مقامی دفتر احرار جامعہ فاروقیہ صوت القرآن اسامہ کالونی میں بعد نماز عشاء مجلس ذکر اور بعدازاں اصلاحی بیان فرمایا۔رات گئے تک جماعتی احباب سے تفصیلی تربیتی نشست کا اہتمام ہوا۔جس میں قائدِ احرار سے پوری تفصیل سے جماعتی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔اس موقع پر کارکنانِ احرار نے جماعتی مشن کو پورے عزم کے ساتھ آگے بڑھانے کا اعادہ کیا۔دوسرے روز جامعہ فاروقیہ صورت القرآن ٹرسٹ کی جامع مسجد بیت الرحیم میں خطبۂ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے قائد احرار نے کہا کہ دنیا کا کوئی نظام حکومت امن قائم نہیں کرسکتا۔امن صرف اور صرف اسلامی نظام سے ہی ممکن ہے۔اللہ کے دین میں یہ تاثیر ہے کہ وہ انسان کے اندر انقلاب برپا کردیتا ہے۔دنیا میں بدامنی اللہ کے دین کو چھوڑنے اور انسانی فلسفہ کو اپنانے سے ہورہی ہے۔انھوں نے کہا کہ اس وقت الیکشن کے نام پر پورے ملک میں طوفانِ بدتمیزی برپا ہے۔پاکستانی عوام کو بے وقوف بنا کر ایک بار پھر ملک میں افراتفری پھیلائی جارہی ہے

۔ بھائی، بھائی اور باپ، بیٹے کا حریف نظر آتا ہے۔ یہ صرف اور صرف ذاتی مفادات کی جنگ ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے ملک میں کافرانہ نظام حکومت عوام پر مسلط کرنے کے لیے پرویز مشرف، بے نظیر بھٹو اور نواز شریف امریکی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ انھوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے ایک مرزائی کو ٹکٹ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے میدانِ سیاست میں پھر نمودار ہوئی ہے۔

قائدِ احرار نے ۱۴؍ دسمبر کو مدرسہ ضیاء العلوم ضلع لودھراں میں ایک دینی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر ملک میں پھیلائی جانے والی فحاشی و عریانی اور لادینی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر جمع ہو کر تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عملی جدوجہد کریں۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے جلال پور پیروالا کی روحانی شخصیت حضرت قاری محمد یعقوب نقشبندی کی عیادت کی اور ان کے لیے صحت کی دعا فرمائی۔ انھوں نے شجاع آباد میں قاضی قمر الصالحین اختر کی طرف سے دیئے گئے ایک عشائیہ میں شرکت کی۔ اس دورہ میں قاری عبدالرحیم فاروقی، عبدالرحمٰن جامی نقشبندی، قاری نذیر احمد ثاقب، حافظ محمد شاہد، قاضی قمر الصالحین، حافظ شفیق الرحمٰن، سید ثناء اللہ شاہ اور مولوی محمد مروان عبداللہ، قائد احرار کے ہمراہ تھے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
6 جنوری 2008ء
اتوار بعد نماز مغرب
دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے
تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

علماءِ حق کا ترجمان
المیزان
ناشران و تاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ خان پور میں ہمارے مہربان جناب خالد رفیق کے بہنوئی ڈاکٹر احسان الحق مرحوم ۳۰ر نومبر ۲۰۰۷ء بروز جمعہ انتقال کر گئے۔
☆ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا رشید احمد لدھیانوی کی والدہ مرحومہ ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۷ء کو انتقال کر گئیں۔
☆ اہلیہ مرحومہ، پروفیسر تاثیر وجدان (ملتان)
☆ مدرسہ اشرفیہ لیّہ کے بانی اور مولانا عبدالرحمٰن کے والد ماجد مولانا گل محمد رحمہ اللہ (لیّہ۔ ۱۲ر دسمبر ۲۰۰۷ء)
☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق طالب علم حافظ عنایت اللہ کے والد منظور احمد مرحوم (ترکانی، تحصیل تونسہ)
☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق طالب علم حافظ محمد اختر کے والد شیخ محمد شریف مرحوم (میراں پور، میلسی)
☆ والدہ مرحومہ، محمد اقبال صاحب۔ مہر پور ضلع مظفر گڑھ

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے دعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت اور حسنات قبول فرما کر درجات بلند اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

دعاء صحت

سلیم الیکٹرونکس
SALEEM ELECTRONICS, MULTAN
SALEEM
ELECTRONICS
HUSSAIN AGAHI ROAD, MULTAN
ڈاؤلینس ریفریجریٹر اے سی
سپلٹ یونٹ کے بااختیار ڈیلر
Dawlance
ڈاؤلینس لیا تو بات بنی
061-4512338
061-4573511
حسین آگاہی روڈ ملتان

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری ۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

Monthly "Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat" Multan. Regd. M. No: 32

تمام مسلمانوں کو اسلامی سالِ نو 1429ھ مبارک

چونتیسویں (34) سالانہ مجلسِ ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ

بیاد

سبطِ رسول، پورِ بتول، مظلومِ کربلا

قتیل سازشِ ابن سبا

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

دارِ بنی ھاشم مہربان کالونی ملتان

10 محرم 1429ھ 11 بجے دن تا نمازِ عصر

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی خطاب

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی آلِ نبی، اولادِ علی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

بارگاہِ حسینی میں ہدیہ عقیدت و محبت تاریخ و سیرت کی روشنی میں تذکار و افکارِ حسین رضی اللہ عنہ اور حقیقت حادثہ کربلا بیان کریں گے

منظوم خراجِ عقیدت • حافظ محمد اکرم احرار • شیخ حسین اختر لدھیانوی

شعبہ نشر و اشاعت تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

''نقیبِ ختم نبوت'' کے معاون مدیر شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی ادبی سفر کی تین منزلیں نہایت حسن و خوبی سے طے کر چکے ہیں۔ ان کا اوّلین پڑاؤ کیف آور اور سرور پرور منزل ''ہر قدم روشنی'' پر تھا۔ یہ سفر نامہ حجاز ہے۔ دوسرا پڑاؤ ''خطباتِ شورش'' اور تیسری منزل ''چمن خیال'' تھی۔ چوتھی کتاب ''خاکہ کہانی'' منظر عام پر آ گئی ہے۔ اس کتاب میں کہانیاں اور خاکے پڑھ کر آپ کو لطف آئے گا۔

قیمت: 100 روپے

176 صفحات

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

Designed by 0321-6358101